ابوطالب ع

السید محمد دیموی

مترجمہ

مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر سہیل یمن

قیمت علاوہ محصول عہ/ .... ایک روپیہ

مقدمہ ابو طالب

اشتہار
کم قیمت
طالب ہی
سے

تقریظ جناب حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ ملک الناطقین سلطان الواعظین شمس العلماء مولانا مولوی سید سبط حسن صاحب قبلہ مد ظلہ العالی

بسم اللہ ولہ الحمد

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہ محمد
خاتم النبیین وآلہ الغر المیامین من یومنا ھذا الی یوم
الدین اما بعد یہ رسالہ عالیۃ المضامین جس کا نام شیخ الابطح ہی حالات
جناب ابو طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا زبان عربی ہونیکی جہت سے اس کا
فائدہ محدود اور اسکا افاضہ عام نہ تھا اسلئے فاضل نبیل دلیل بلا تمثیل الجامع بین السیادۃ
والبراعۃ مالک ازمۃ الیراعۃ برادر بجان برابر مولوی سید ظفر مہدی سلمہ ربہ نے یہ رسالہ
سہیل ممین نے اسکا ترجمہ سلیس زبان اردو میں کر دیا جسکی سبب سے اسکا افاضہ عام اور
انارۃ تام ہو گیا میں نے اسے دیکھا اور بکمال مسرور ہوا خداوند عالم ارباب ایمان کو اس
استفاضہ کی توفیق عنایت فرمائے اور مصنف و مترجم دونوں کی عمر طویل فرما کر
اجر موفور اور جزائے مذخور عنایت فرمائے وھو بالاجابۃ جدیر و علی کل شیء قدیر

السید سبط حسن بن وارث حسین

حررہ بیمناہ الداثر لی النقود وتی کتابھما بیمناھما فی الآخرۃ

مقدمۂ کتاب

ایک وقت وہ تھا جب عرب اور غیر عرب، اپنی طرزِ معاشرت، آداب زندگی، ادیان و مذاہب، اخلاق و عادات کے اعتبارات سے مختلف رستون پر گامزن نظر آتے تھے، انکے، اطوار، عادات اور طریقے بالکل جدا گانہ تھے۔

انکے لغو معتقدات، اور انکی قبیح عادتین انہین جڑ پکڑے ہوئے تھین اور مختلف مذاہب جیسے، یہود نصاریٰ بت پرست مجوسی وغیرہ وغیرہ ان مین نشو و نما پائے ہوئے تھے۔ انکے معاملات و اقسام نکاح وہ تھے جن سے عقل سلیم نافر تھی۔ اسلام کا مبلغ اعظم پیدا ہوتا ہی، اور مبشر و نذیر الٰہی بنکر ان تمام عادات و رسوم جاہلیت مین ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیتا ہے اور عالم معتقدات کا نظام درہم برہم کر کے دین الٰہی کو شرق سے غرب تک پھیلاتا ہے اس تبلیغ مین مشقتین برداشت کرتا ہے تکلیفین اٹھاتا ہے، جہاد کی جولانیان مناظر پیش کرتا ہے اور صلح و آشتی اور اخلاق کے جاذب مرقع سامنے لاتا ہی۔ یہانتک کہ دشمنون کے قلوب اور جبارون کے دلون پر اسکے سطوت و جبروت کی حکمرانی ہوتی ہی اور ہیبت حق اور رعب و جلال کا استیلا ہوتا ہے عرب اسکی تلوار کا لوہا مانتے ہین اور سر اطاعت خم کر دیتے ہین۔

یہین سے یہ بات واضح ہی کہ بعد رسول خلفا کے لئے وہی رعب اور دبدبہ اور قائم شدہ جبروت کام آگیا کہ قاصد ظفر انکے ہمراہ تھا اور نصرت و فتح ساتھ ساتھ تھی، عجم مفتوح ہو گیا کسریٰ و قیصر کی سلطنتین اسلامی وقار کے آگے مضمحل نظر آنے لگین اور اسلام کا ڈنکا حدود ہند سے لیکر بحر اٹلانٹک اور سواحل بحر قزوین تک بجنے لگا۔ اسلام کی یہ عزت سیر چشم زدن مین شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک ہوئی اسکی نظیر پیش کرنے مین تاریخ ساکت ہی۔ نظر منصف عقل سلیم اور قلب بصیر سمجھتا ہی کہ عرب کا باوجود کثرت افراد، کثرت ثروت، اور باوجود شجاعت و عزت علم اسلام کے نیچے ذلیل انداز مین آکے اکٹھا ہو جانا، یہ صرف ان کوششون کا نتیجہ تھا جو حضرت ابوطالب عم رسول کے دم سے وابستہ تھین وہ ابوطالب ہی کی ذات تھی جس نے نصرت رسول کا بار اپنے کاندھے پر اٹھایا، وہ ابوطالب ہی تھے جنھون نے رسول کے مبادی تبلیغ کے نشر مین سعی بلیغ کی، اسوقت جب رسول کا کوئی ناصر کوئی مددگار اور کوئی حامی نہ تھا"

اور وہ ابوطالب ہی تھے جنھوں نے تنگ دستوں مین اپنی کوششوں سے اسلام کے لئے وسیع شاہراہ پیدا کر دی جتنی کلفتین کہ اٹھا سکتے تھے، اٹھائین ساری دولت وہ گران قیمت ہو یا کم قیمت اس راہ مین صرف کر دی اور رسول کی تائید یون کی کہ زمانہ اسے بھول نہین سکتا۔

قصر اسلامی کی بنیاد ڈالنے مین اور اساس قائم کرنے مین جن ہاتھون نے سب سے پہلے حرکت کی وہ ابوطالب ہی کے ہاتھ تھے اور حق یہ ہے کہ بعد رسول اس فضیلت کا سہرا انہین کے سر رہا، اور اس معرکہ مین بطل شجاع کی حیثیت سے صرف وہی نظر آتے ہین، انکے لئے زیبا ہے کہ انکا شمار ابطال و اقطاب تاریخ اسلامی مین کیا جائے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ مورخین ابوطالب کیلئے سوا چند سطرون کے اور کچھ نہین لکھتے اور آپ کا حال تو صحیح حیثیت سے کہین نہین ملتا؟ کیا وجہ ہے کہ ان لوگون کی شخصیتین جو ابوطالب سے اصلاً، حسباً نسباً، خلقاً، علماً اور عملاً کہین کم تھین، بہت زیادہ نمایان کیجاتی ہین اور ابوطالب کا ذکر نہایت ہی سرسری انداز مین کیا جاتا ہے؟ اسکی وجہ آپکو اسی کتاب مین معلوم ہو جائے گی۔

کیا یہ محسن کشی اور احسان فراموشی نہین کہ ہمارے اسلامی بھائی خطبہ عیدین و جمعہ مین منبرون پر حمزہ و عباس (عم رسول) کا تذکرہ جیسا کہ چاہیے کرتے ہین اور ابوطالب کو نظر انداز کر دیتے ہین اور یون کہ جیسے آپکا وجود ہی نہ تھا۔

اسکی ضرورت پڑی کہ اس ذات پر روشنی ڈالی جائے جو تعصب کی تاریکی مین پوشیدہ کی جا رہی ہے اور اسکی ہستی کو مستند روایات و واقعات کی روشنی مین پیش کیا جائے تاکہ اہل انصاف نظر کرین اور اہل اسلام گمراہی اور غوایت سے محفوظ رہین۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر ابوطالب اور آپکے فرزند ارجمند امیر المومنین علی نہ ہوتے تو آج اسلام کی زراعت مین ایک ہری کونپل نظر نہ آتی۔ اور نہ دین اپنے پیرون پر قائم ہوتا۔

لہذا مین خدا سے مدد مانگ کے اس کتاب کی تالیف کرتا ہون اور بصد خضوع و خشوع اپنے کمزور ہاتھون سے اس ہدیہ کو بارگاہ بلند حضرت ابوطالب اور وصی رسول یعنی امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام مین پیش کرتا ہون۔

(خلاصہ مقال مولف)

اہداء

"شیخ الابطح" حضرۃ علامہ آفاق السید محمد علی شرف الدین موسوی کے ان مولفات میں سے ہے جو قابل صد فخر و مباہات ہیں میں نفع خلق اور نشر مطالب علمی کے لئے اسکا ترجمہ زبان اُردو میں کرتا ہوں تاکہ حق کے چہرہ سے ظلمت تعصب کی نقاب ہٹ جائے اور مومنین ہند و مسلمین ہند اس سے اسی طرح مستفید ہوں جیسے ساکنین جزیرۃ العرب وغیرہ۔

اس ترجمہ میں میں نے ترجمہ لفظی سے کام نہیں لیا کیونکہ وہ، وہ گتھی ہے جسمیں مطالب اُلجھ جاتے ہیں اور معانی مقید ہوکر تادیہ مراد سے قاصر رہتے ہیں، لہذا مطالب مفاہیم کی طرف زیادہ تر التفات کیا گیا ہے۔

اس ترجمہ سے میرا مقصود بجز نفع مومنین اور کچھ بھی نہیں لہذا مجھے اُمید ہے کہ بشریت نے اگر میرے قلم کو تغلیط کے وادی کی طرف جنبش دی ہو اور جادہ صحیح سے گمراہ کر دیا ہو تو ناظرین کرام میرے عثرات و زلات قلمی کو اپنے عفو و کرم سے سنبھالیں گے، اور مجھے امتنان کا موقع دیں گے کیونکہ میری بے بضاعتی اور کم مایگی مجھے خود محسوس ہے اسی لئے نہ علامگی کا دعویٰ ہے اور نہ اعلمیت کا ادعا، البتہ باب اہلبیت کا خادم ہوں ارے معاذ اللہ نہیں بلکہ کلبہم باسط ذراعیہ بالوصید میرا طغرائے امتیاز ہے اور یہی میرے افتخار و نجات کیلئے کافی ہے۔

نتوان بادرج جلوہ گہ مدعا رسید   اما گر از نگاہ تو شہپر بر آورم

لہذا میں بصد عجز و ذلت اس ترجمہ کو خلوص کے ہاتھوں بحیثیت "حمل الجراد الی سلیمان" اس بارگاہ عرش فرسا میں پیش کرتا ہوں جہاں ملک خادموں کی صورت میں نظر آتے ہیں اور شہنشاہ گدا کی شکل میں، جب ایک ضعیفہ کا کاتا ہوا سوت قابل قبول بارگاہ شاہی ٹھہرا تو میری مردہ اُمیدوں میں جان آگئی اب اُمیدوار ہوں اور باب کریم اہلبیت "بستم تبو دل تا ز تو بر من چہ کشاید + محمول بود سود و زیان بسلم را"

عبد مذنب طالب نجات
سید ظفر مہدی احسن اسہرالمیہ بن سید وارث حسین رحم غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"آپکا نام، لقب، کنیت اور نسب"

آپکے تین نام ہیں (۱) عبد مناف (۲) عمران (۳) اور شیبہ۔ آپکے القاب بہت سے ہیں منجملہ انکے، شیخ البطح، سید بطحا اور رئیس مکہ، مشہور ہیں۔ آپ کی کنیت "ابوطالب" ہے اور اسی کنیت سے آپ کی ذات والاصفات مشہور و معروف ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

جو لوگ نسب کے ماہر ہیں اور "نسابین" کہے جاتے ہیں ان کو کوئی اختلاف اس سلسلہ میں نہیں جو عدنان تک منتہی ہوتا ہے، البتہ ان میں اس سلسلہ صاعدہ میں اختلاف ہے جو عدنان سے آگے بڑھتا ہے؛ لہذا، بعض عدنان سے اسمٰعیل تک سلسلہ نسب میں چار پشتیں، بعض سات پشتیں اور بعض چالیس پشتیں قرار دیتے ہیں، اور یوں ہیں اس اختلاف کا سلسلہ جاری ہے۔

ان کے اختلافات کو یوں سمجھیے کہ بعض "عدنان" کو عدنان بن اود لکھتے ہیں، بعض عدنان بن میدع، اور بعض عدنان بن اد، غرضکہ اسی طرح کے اختلافات سلسلہ نسب صاعد میں نظر آتے ہیں یہانتک کہ یہ سلسلہ جناب اسمٰعیل تک پہونچتا ہے۔

ہم نے بھی ان اختلافات پر نظر کی جو کمی و بیشی کی اعتبار سے تعداد وسائط آبا اور تبدیل

اسمار کی شکل مین ظاہر ہو رہا ہی، مگر چونکہ ہمکو کوئی حدیث یا قول رسول اس اختلاف کا موید نہین مل سکا لہذا ہم نے سلسلۂ نسب عدنان تک پہونچا کے توقف کیا، اور نسب ابوطالب مین آگے نہین بڑہتے۔

اور جس روایت نے ہمارے اس مطلب کی تائید کی (یعنی سلسلۂ نسب کا عدنان تک ہونا) وہ وہ روایت ہی جسکو ابن سعد اور ابن عساکر نے ابن عباس سے نقل کیا ہی کہ جب رسالتمآب نسب بیان فرماتے تھے تو عدنان تک جا کے ٹھہر جاتے تھے اور آگے نہ بڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ "نسابین جھوٹے ہین" کیونکہ خدا نے فرمایا ہی "و قرونا بین ذلک کثیرا" یعنی اس کے درمیان مین بہت سے واسطے ہین) (جنکا علم خدا ہی کو ہی)

رسالتمآب کا "عدنان" پر توقف کرنا اور آیت مذکورہ سے استشہاد فرمانا، اسمین ایک حکمت بالغہ مضمر تھی اور غالباً رسول کا یہ مسلک (یعنی نسابین کی تکذیب کرنا) بمقتضائے مقام و وقت رہا ہو جیسا کہ مخفی نہین۔

یہ امر ضروری تھا کہ جناب ابوطالب کے آبائے کرام کا کچھ حال بیان کیا جاتا مگر خوف تطویل اور قصد اختصار نے اس ارادہ سے باز رکھا۔

بہر حال (اگر اس سے زیادہ حالات معلوم کرنے ہون) تو کتب تاریخ کا مطالعہ کرو کیونکہ یہی لوگ قطب تاریخ ہین جن پر تاریخ کا دورہ ہی، اور یہی وہ لوگ ہین جن کی نور کے پرتو سے دنیا روشنی حاصل کر رہی ہے

علماء ائمۃ حکماء یھتدی النجم باتباع ھداھا

یہ لوگ علما ہین، پیشوا ہین، اور دانا ہین ستارے انھین کی نور ہدایت سے ہدایت حاصل کرتے ہین

نوٹ۔ ریہ مجلہ عرفان جس کا نشر مقام "صیدا" سے ہوتا ہی، انھون نے اپنے رسالے جلد ۱۹ صفحہ ۶، نمبر ۳ کے حاشیہ پر یہ بات لکھی ہے کہ "کیا یہ بدترین مظالم نہین کہ خطبہ مین منبر پر ہمارا مخالف (یہ دعا کرتا ہی) کہ پروردگار تو رسول کے دونون چچا حمزہ اور عباس سے راضی رہ، مگر ابوطالب (جنکا رسول ممنون تھا۔ مترجم) کا نام چھوڑ دیا جاتا ہی، یہ صرف اسلئے کہ آپ امیر المومنین علیؑ کے والد گرامی تھے"۔ ۱۲ مترجم

"آپ کا مولد ومنشا"

حضرت ابو طالب کی ولادت با سعادت ۵۳۵ء میلادی میں، رسول اللہ کی ولادت سے پینتیس برس قبل مکہ معظمہ (جو ام البلاد، اور بلد الامین ہے) میں ہوئی اور آپ کی نشو ونما پرورش و تربیت، اپنے والد کے آغوش محبت میں ہوئی جنکا نام عبد المطلب تھا۔ یہاں یہ ضروری ہے کہ ہم قارئین کرام سے حضرت عبد المطلب کا تعارف کریں اور مختصراً کچھ حالات آپکے بیان کریں کیونکہ اس سے جناب ابو طالب کی تربیت پر روشنی پڑے گی۔

شیبۃ الحمد یعنی جناب عبد المطلب وہ شخص ہیں جنکو تاریخ نے، آپ کی استعداد فطری، قابلیت علمی، حلم اور حکمت کے اعتبار سے پہچنوا دیا ہے، اور آپکی شخصیت قریش میں کیا تھی اور آپکی سیادت کیسی تھی؟ اسکا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ کے صفحات اپنے دامن میں ان مطالب کو لئے ہوئے ہیں۔

وہ عبد المطلب ہی کی ذات تھی، جو مصیبت و آفات کے وقت قریش کی جائے پناہ تھی اور مہمات امور میں انکی مادی و ملجا۔ آپ حکیم قریش تھے، آپ حلیم قریش تھے، آپ حاکم قریش تھے، آپ شریف قریش تھے اور آپ ہی سردار قریش تھے، کمالات کے اعتبار کو اعلیٰ افعال کے اعتبار سے الگ اور یہ وہ صفات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

تاریخ نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ آپ صفائے نفس و حکمت کے اعتبار سے منتہائے عروج پر تھے اور اسی لئے آپنے پرستش اصنام (باوجود رواج و عادت عرب) ترک کر دی تھی، اور خدا کی توحید کا دم بھرتے تھے۔ آپکی صفائے نفس کا عروج اسی سے ظاہر ہے کہ جن عملی سنتوں پر آپ عامل تھے، اور جن سنتوں کا آپ اتباع کرتے تھے ان میں سے اکثر ہمیں قرآن لیکے اترا اور سنت رسول نے بھی اسکو بیان کیا، جیسا کہ قرآن کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً نذر کی وفا، چور کے ہاتھ کاٹنا، حرمت نکاح محارم، لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا، تحریم شراب، تحریم زنا، اور برہنگی کی حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرنا، یہ تمام وہ باتیں تھیں جن پر حضرت عبد المطلب عامل تھے اور قرآن نے

ان سے اتفاق کیا۔[ع]

اسکا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ صرف موحد کامل ہی نہ تھے بلکہ آپ کا ایمان بعثت پر بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ توحید پر۔ اس مطلب پر جس چیز نے روشنی ڈالی وہ آپکا منتہائے علم اور آپ کی منتہائے معرفت ہے۔ اکثر آپ اپنے بچون کو پر مغز سبق دیا کرتے تھے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم فرمایا کرتے تھے ان سبقون مین بعض تو وہ تھے جو مکارم اخلاق سے مملو تھے، اور بعض وہ تھے جنمین ظلم اور اسکے برے نتائج سے تخویف تھی، اور بعض سبقون مین اچھی اور چھچھوری باتون کی ممانعت تھی وغیرہ وغیرہ[ع]

(اب، ابو طالب کا کیا پوچھنا) وہ ابو طالب جنھون نے ایسے باپ کے آغوش ریاست مین پرورش پائی، اور انسے ادب سیکھا اور ان کے مجموعۂ علم و ادب و معرفت سے تعلیم حاصل کی اور سبق پائے، جو خلاقی بھی تھے اور سیاسی بھی۔

ابو طالبؑ کیلئے یہ زیبا ہی تھا اور ان کا حق تھا، کہ اس نشو و نما اور تربیت کو دیکھتے ہوے جو ترقی مدارج کے اعتبار سے تھی بہترین مثال ہون۔ اور ان کے لئے یہ لائق تھا، کہ وہ اپنے حکمت و توحید اور تمام امور مین اپنے باپ کے صحیح جانشین ہون اور قریش کے پوچ اور کچر اعتقادات کے رد کرنے مین اپنے باپ کے قدم بہ قدم ہون۔

ولیس المجد مکتسبا و لکن علی اعراقہا تجری الجیاد

بزرگی اکتساب سے نہین آتی بلکہ اصل گھوڑے اپنے خاندان پر پڑے ہین۔

(باپ پہ پوت پتا پر گھوڑا کچھ نہین تو تھوڑا تھوڑا)

"قریش مین آپکا مرتبہ اور جزیرۂ عرب مین آپکا درجہ"

قریش مین آپ کی حیثیت اور آپ کا پایہ حضرت عبد المطلب سے کسی طرح کم نہ تھا، اور نہ آپ کی شخصیت اپنے والد بزرگوار کی شخصیت سے کم نمایان تھی۔ بلکہ جو کچھ تاریخون کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

ع ہم مرح کو مدح کی حدود مین رکھتے ہین، ورنہ شیت کو تابع خواہش حضرت عبد المطلب بتادیتی جیسا کہ ہمارا مخالف گروہ آیات قرآنی کا نزول خواہش عمر کے موافق بتاتا ہے اور اسکو طرہ افتخار سمجھتا ہے۔ ع اس سے زیادہ اگر دیکھنا ہو (حالات عبد المطلب) تو سیرۂ حلبیہ جلد ا ص ۴ مطبوعہ مصر اور بلوغ الارب ص ۳۲۳ و ص ۳۲۴ جلد ا طبع ثانی دیکھیے۔

حضرت ابو طالب حیات عبد المطلب ہی مین اپنے باپ کے کمالات روحانی اور سیادت مین سہیم و شریک ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے رسول کی کفالت کے، اپنے والد کی طرح حصہ دار تھے۔ (چنانچہ) جب حضرت عبد المطلب کا انتقال ہو گیا، تو آپ تن تنہا رسول کی تربیت کے متکفل ہوئے، اسی طرح، جیسا کہ آپ بلا شرکت غیرے، باوجود عدم دولت و ثروت سرداری قریش کیلئے متفرد تھے۔ اور یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ تنہا وہ چیز جو زعامت (سرداری) کا بار اٹھا سکتی ہے وہ صرف مال ہی مگر یہ کہ حضرت ابو طالب باوجود عدم ثروت، اپنے، قابلیت نفس، مکارم اخلاق، اور اقتدار کی وجہ سے نفوس قریش پر حکمران اور انکے زعیم قرار پائے۔ قریش کی دلون مین انکے لئے جگہ تھی اور اونکے لئے جاہ و منزلت و مقام بلند تھا لہذا تمام امور بخوبی انجام پذیر ہوئے اور آپ سریر حکومت کے مالک بنے۔ اور قصر ریاست کی تعمیر آپکے ستون کفایت پر کی، اور یہی کافی ہو گیا، بغیر اسکے کہ آپ سونے چاندی کے سکے اس مطلب مین صرف کرین۔ یہ تھا ابو طالب کا مقام و مرتبہ قریش مین۔

اسمین بھی کوئی تعجب نہین کہ جزیرۃ العرب مین آپکا پایہ بلند تھا اور آپ کی شہرت دور دور تھی کیونکہ آپ کا قیام اس شہر مین تھا جسکی تکریم خدا نے کی ہے یعنی مکہ، لہذا خدا نے لوگون کے دل اودھر موڑ دئے۔ اور حج کرنے والی شتر لاغر پر ہر نشیب سے اسکی طرف آنے لگے۔

اور یہ ابو طالب کا تقاضائے جود ہی تھا جس سے آپنے اپنے اوپر فقراء، مساکین اور مسافرون کی ضیافت واجب و لازم کر لی۔ آپ ان آنے والے مہمانون کو اپنے مہمانخانہ (دار رفادہ) مین ٹھہراتے تھے، ان کو اور ہر آنے والے گروہ کو آب سبیل سقایت سے (جسکی کنجی آپکے پاس اور صرف آپکے پاس تھی) سیراب فرمایا کرتے تھے۔

جب موسم حج گذر جاتا تھا تو لوگ پراگندہ اور متفرق ہو جاتے تھے، اور ان بڑے پیالون کا تذکرہ اور ان بڑی دیگون کا ذکر جسمین انکی دعوتین کیجاتی تھین تمام جزیرہ عرب اور اضلاع جزیرہ عرب مین انھین کے دہنون سے منتشر ہوتی تھین، اور ہر شخص ابو طالب کی حمد کے سورے اور مدح و ثنا کی آیتین اسفر و منازل سفر مین ہر شہر و دیہ مین تلاوت کرتا رہتا تھا۔ یہ ہے ابو طالب کے بعض صفات کا

تذکرہ جو کیا گیا، اب آپ اسی طریقہ پر، انکے منزلت و رفعت و فائدہ و جاہت کہ جو انکیں جزیرہ عرب مین حاصل تھی خیال و تصور کر سکتے ہین۔

مورخین ان تمام واقعات کے معترف ہین، چنانچہ بلوغ الارب طبع ثانی جلد ا صفحہ ۳۲۴ مین ہے۔ "ابوطالب، حاکم قریش، سردار قریش، اور سخت وقتون مین قریش کی جائے پناہ اور ملجا و ماوی تھے"

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۴۶۱ مطبوعہ مصر مین یہی عبارت لکھا ہے جس کا ترجمہ اوپر گذرا، نیز یہ بھی کہ سقایت (پانی پلانا) آپ ہی کیلئے مخصوص تھا۔

یہی اعتراف سیرۃ دحلانیہ جو حاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ا مین ہے، اسکے صفحہ ، پر بھی ہے۔ اور یونہی تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۱۷ سیرۃ دحلانیہ جلد ا صفحہ ۱۶ پر ہے کہ مہمان نوازی عبدالمطلب کے بعد ابوطالب ہی کیلئے تھی، اسی طرح تمام مورخین اسبات پر متفق ہین کہ آپکو کمال نفسی مین تقدم حاصل تھا۔

اور آپکی کمال نفسی کیلئے یہی کافی ہے کہ آپنے سنت قسامتؔ عمرو بن علقمہ کے خون کے بارے مین جاری کی اور اسلام نے اس سنت کو جاری رکھا (اور پسند کیا) حضرت ابوطالب نے اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔ چنانچہ قرآن بھی یہ تحریم لیکے اترا۔

ابوطالبؑ کی حیات تاہلی

آپ کی زوجہ مطہرہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم، ہے اور ہاشم تک پہونچکے آپکا سلسلہ نسب ابوطالب کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے (یعنی ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم) کوئی اور زوجہ آپ کی سوا جناب فاطمہ بنت اسد کی تھین ؟ اس سے تاریخ ساکت ہے۔

آپ کا حلیہ مبارکہ: آپ ہاشمی عورتون مین افضل و اشرف تھین، اور اپنے عہد مین فلک کمال پر ایک آفتاب روشن تھین جسکی گردشین برج شرف مین ہو رہی تھین۔

"قسامت" کے معنی قسم کے ہین اور اولیائے قتیل کی اس جماعت کو کہتے ہین جو قاتل کی تعیین ذات کیلئے پچاس قسم کھاتی ہے۔

حسبی و نسبی شرف آپ مین ویسا ہی تھا جیسے نجابت و اصالت، مکارم اخلاق ایک جانب تو ذکاوت قلب دوسری جانب آپ مین موجود تھی، غرضکہ خردمندی، طہارت نفس جمال ذات اور فضیلت صفات کی یہ بی بی مالک تھین اسی لئے سید قریش نے اپنا عقد آپ سے کیا اور مدة العمر آپکی حیات مین کوئی دوسرا عقد جناب ابو طالبؑ نے نہین فرمایا۔

اب ہم یہان اس زندگی کی افتتاح کا تذکرہ کرتے ہین جو فاطمہ کے ساتھ گذری۔ اسکی ابتدا اس خطبہ سے ہوئی ہے جو عقد جناب فاطمہ مین پڑھا گیا اور جو مفہوماً یون ہے :-

"خطبہ ابو طالبؑ"

اس خدا کیلئے تمام حمد زیبا ہین جو تمام عالمون کا رب ہے، اور جو عرش عظیم مقام کریم، اور مشعر عظیم کا رب ہے، وہ خدا جس نے ہمین سید و سردار کی حیثیت سے منتخب کیا، اور ہمکو عارفین مخلصین مین شمار کیا اور راہبر بنایا، اور ہمکو اس نے فحش و شک، اذیت (نجاست) و عیب سے محفوظ رکھا۔ ہمارے لئے اس نے مشاعر قائم کئے اور ہمکو قبائل عالم پر فضیلت دی (ہم) خلاصہ خاندان ابراہیمی اور لب لباب صفوت ابراہیمی ہین اور ہمین اسمٰعیل کی کھیتی ہین، مین نے فاطمہ بنت اسد سے تزویج کی، اور مہر ادا کر دیا اور امر تزویج نافذ کر دیا تم لوگ (حاضرین) اسے پوچھ لو اور گواہ رہو۔

جناب اسد نے یہ سنکر فرمایا کہ ہم نے (فاطمہ) اسے تمہاری تزویج کی اور ہم اس بات پر تم سے راضی ہوئے۔

اسکے بعد حضرت ابو طالبؑ نے سات روز تک برابر دعوت ولیمہ کی جسمین اونٹ ذبح کئے جاتے تھے، اسی دعوت کا تذکرہ امیہ بن الصلت نے اپنے ان اشعار مین کیا ہے۔

اغمرنا عرس ابی طالب وکان عرسا لین الحالب

ابو طالب کی دعوت شادی نے ہمکو ڈھانک لیا اور وہ بہت اخلاق کی تھی

اقراؤہ الضیف باقطارھا من رجل خف ومن راکب

ابوطالب نے تمام مہمانوں کی ضیافت کی وہ سوار ہوں یا پیدل

فاذلوا سبعتہا حصیت ایا مھا للرجیل لحاسب

یہ مہمان سات روز تک برابر اس دعوت سے بہرہ اندوز ہوئے۔

مورخین نے جناب فاطمہ کے واقعات لکھتے ہوئے بڑی ہی غفلت سے کام لیا ہے اور جو کچھ انھوں نے آپکے حالات قلمبند کئے وہ بہت تھوڑے سے ہیں۔ مگر ہم چونکہ اسکو فریضہ واجب سمجھتے ہیں لہذا جو کچھ ہمیں مختلف مقامات سے آپکے حالات دریافت ہو سکے وہ اسجگہ لکھتے ہیں۔

"فاطمہ بنت اسد کا اسلام"

آپ دس آدمیوں کے بعد اسلام لائیں اور اس حیثیت سے آپ سلام کی گیارہویں فرد تھیں، اور آپ کا شمار "سابقات الی الاسلام" میں ہے اور سابقین اولین کی فہرست میں آپ مندرج ہیں۔

جب یہ آیت "یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک" نازل ہوئی اور رسول نے عورتوں کو بیعت کیلئے بلایا، تو سب سے پہلی عورت جس نے اس آواز پر لبیک کہی، وہ جناب فاطمہ بنت اسد ہی تھیں۔

آپ اپنے شوہر جناب ابوطالب کے بعد زندہ رہیں اور مدینہ کی طرف اور مومنات کے ساتھ باجلالت وقدر وصلاح وتقوی، ہجرت فرمائی۔

رسول اللہ آپکے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپکے گھر میں دن کو آرام کیا کرتے تھے۔ بدر میں بھی آپ دیگر حرم رسول کے ساتھ شریک ہوئیں۔ پھر بیمار پڑ گئیں اور نبی سے وصیت کی جو آپنے منظور فرمائی۔ آپ کا انتقال ۴ھ میں مدینہ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ رسول نے پڑھی، اور خود بنفس نفیس آپ کی تجہیز وتکفین کی اپنی قمیص مبارک آپکو پہنائی اور قبل اسکے کہ فاطمہؑ قبر میں اتاری جائیں، خود رسول اللہ اس قبر میں لیٹے اور فرمایا، خدا آپ کو اے مادر (فاطمہ بنت اسد) جزائے خیر دے آپ بہترین ماں تھیں۔

یہ تمام باتیں دیکھکر بعض حاسدوں سے نہ رہا گیا آخر وہ پوچھ ہی بیٹھے کہ یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ کے ساتھ وہ سلوک کئے جو آجتک کسی ایک کے ساتھ نہ کئے تھے آپ نے جواب دیا، ہاں ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ کوئی مجھپر مہربان نہ تھا میں نے اپنی قمیص اسلئے انہیں پہنادی کہ حلہائے جنت انکو پہنائے جائیں اور قبر میں اسلئے لیٹا کہ وہ فشار قبر سے محفوظ رہیں۔

"حضرت ابو طالب کی اولاد"

آپنے پانچ اولادیں چھوڑیں جنمیں ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام ام ہانی تھا، اور چار صاحبزادے جن کے نام علی سبیل الترتیب یہ ہیں۔ طالب، عقیل، جعفر، علی۔ جناب علی علیہ السلام سب میں چھوٹے فرزند آپکے تھے، آپ جعفر سے دس برس چھوٹے تھے اور جعفر عقیل سے دس برس چھوٹے تھے اور عقیل طالب سے دس برس چھوٹے تھے۔

آپ کی یہ پانچوں اولاد بطن طاہر جناب فاطمہ بنت اسد سے تھیں۔

"حضرت ابو طالب اور نبی کی کفالت"

یہ خدا کی نعمت اس خاندان پر تھی اور اس کا احسان اس گھرانے پر تھا کہ ابو طالب کے گھر میں اس شخص کا اضافہ ہوا جو انسان کامل اور انسان ہدایت تھا جو مالک شرافت عرب تھا یعنی نبی عربیؐ یہ اسوقت جبکہ آپکے دادا جناب عبد المطلب نے رحلت فرمائی یہ غالباً ۵۷۸ء میلادی تھا، اسوقت میں رسول کی عمر آٹھ برس کی تھی، لہٰذا کسار بار کفالت جناب ابو طالب نے اٹھایا جناب ابو طالب نے آپکو اپنے (بچوں میں) شامل کر لیا اور بیحد محبت فرماتے تھے یہانتک کہ اپنی تمام اولاد پر رسول کی ذات کو ہر طرح سے مقدم کر رکھا تھا۔

بالکل ابو طالب ہی کی طرح جناب فاطمہ بنت اسد کے بھی محبتانہ برتاؤ آپسے تھے مختصر یہ کہ جو محبت کہ ایک مادر مہربان اپنے محبوب اولاد سے کر سکتی ہے وہ برتاؤ جناب فاطمہ رسول سے کرتی تھیں۔

رسول کی تربیت اس خاندان میں انھیں دونوں مبارک آغوشوں میں (ابو طالب و فاطمہ) ہوتی رہی، آپ اسی بلند مرتبہ گھر میں جوان ہوئے، وہ گھر کہ جسکے لئے مشیت نے یہ طے کر لیا تھا کہ ہدایت

دلوں اسی گھر لئے سے عالم بھر مین پھیلے گا۔ وہ وہ گھر تھا جسکے ستون شرف و مجد پر مبنی تھے اور جو تمام خاندانون سے افضل و اعلیٰ تھا۔

کیسی پاکیزہ تھی اسکی خوشبو، اور کیسی قوت نمو اس کھیتی مین تھی کہ نبوت کی خوشبو اسی گھر سے پھوٹ نکلی جس نے مشرق و مغرب کو معطر کر دیا۔ (علاوہ نبوت کے اسی گھر مین وصایت کا پودا بھی پھیلا وہ جس سے خدا نے اتمام حجت اور اکمال دین فرمایا۔

کیون نہو اے ابو طالب درحقیقت آپکو سعادت ابدی حاصل ہو کہ آپ کا بھتیجا نبی عالم ہو اور بزرگترین اولاد آدم ہے، اور آپکے لئے اپنے اہل و عیال کے اعتبار سے یہ مقام مقام غبطہ ہو۔ کیون نہو (آپ ہی کی اولاد وہ اولاد ہے) جو مالک سیف و قلم ہے اور وہی وہ ہے جو آسیائے علم و حکمت کے قطب رہیں۔

جب یہ سعادت آپکے حصہ مین آئی ہو تو آپ اسی کے لائق ہین کہ آپ کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہے جب تک زمانہ باقی ہے، جب تک رسول کا نام لیا جاتا ہے، اور جب تک قرآن کی تلاوت کیجائے جو ایک ابدی قانون اور ہر شے کا بیان ہے۔

"حضرت ابو طالب کے اہم امور اور آپکی مبادین"

جب سے آپنے کفالت نبی کا بار اٹھایا اسوقت سے آپکی پوری پوری توجہ تربیت رسول مین صرف ہو رہی تھی اور مقتضائے درجات عمر رسول کے اعتبار سے آپکے خدمات تھے، کیونکہ حضرت ابو طالب نے اس استعداد و قابلیت کو محسوس کر لیا تھا جو آپ کو تمام لوگون سے ممتاز کر رہی تھی، اور آپنے اپنی فراست سے جان لیا تھا کہ سرداری عالم آپ سے وابستہ ہے۔

"رسول کی زندگی کی پہلی (گرہ) منزل اور حضرت ابو طالب"

حضرت ابو طالب نے آپکی جسمانی تربیت مین بہت کچھ محنتین برداشت کین جیسا کہ تاریخ شاہد ہے، اور اس زمانہ مین رسالتمآب سے ایسے امور، جو فیضان الٰہی، سے تعبیر کئے جا سکتے ہین، ظاہر ہوئے کہ بڑے بڑے فلسفی، اور بڑے بڑے شیوخ مبہوت رہ گئے۔ یہی وہ وجوہ تھے کہ جن کو دیکھکر حضرت

سیل مین جلد ۵ نمبر ۸

ابوطالب کی امیدین رسول کیلئے روز بروز بڑھتی جاتی تھین اور اسی وجہ سے آپ خدمات تربیت رسول کو بخوشی اور بطیب خاطر انجام دینے مین کوشان تھے۔

دوسری (گرہ) منزل

جب رسول کی عمر بارہ برس کی ہوئی تو جناب ابوطالب آپ کو شام مین لیگئے، تاکہ رسول مختلف اقوام کے حالات سے واقف ہون اور حجاز کے علاوہ دوسرے ملکون کے جغرافیہ سے بھی آپکو واقفیت ہو اور (انکے طریقہ تمدن و معاشرت پر نظر رہے) یہ تھے اصول تربیت و تعلیم جو ابوطالب نے برتے، اگرچہ رسول کے لئے ان تعلیمات کی ضرورت خدائی علاقہ کو دیکھتے ہوئے نہ تھی مگر یہ کہ ابوطالب نے اتمام و اکمال تربیت واجبی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا، (کہ ان باتون کو بھی وہ تقاضائے تربیت سمجھتے تھے) سفر مین، اور پھر اس سفر مین، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص کیلئے علم کثیر اور فوائد بیشمار تھے، مثلاً شہر و دیہات کے حالات کا علم، انکا جغرافیہ، اقوام و قبائل کی سیر تین، ان اقوام کی عادات و معتقدات کی اطلاع، محور سیاست ملوک کیا ہے، رعایا کا رحجان ملوک کی طرف کیونکر ہوتا ہے گذشتہ امتون کے حالات کیا تھے اور اسی طرح کے مختلف معلومات جن کا تعلق بصیرت، نظر، غور اور فکر سے ہے۔

اس مبارک سفر مین حضرت ابوطالب کیلئے بڑی بڑی آرزوؤن کا ایک روح افزا منظر، سامنے آیا، جیسے راہبون کا آپ کی رسالت و عظمت کی طرف اشارہ کرنا یا جیسے ان خارق عادت باتون کا دیکھنا جن کو آپنے بچشم خود ملاحظہ کیا، مثلاً رسول پر ابر کا سایہ افگن ہونا۔ انھین چیزون کو دیکھ کے وہ پیشینگوئیان جو حضرت ابوطالب اپنے باپ حضرت عبدالمطلبؑ رسول کے بارے مین سنا کرتے تھے محقق ہو گئین اور ان کی تصدیق ہوگئی۔

جب رسالتمآب کی عمر چودہ برس کی ہوئی تو حضرت ابوطالب آپ کو جنگ فجار البراض مین لیگئے، یہ وہ جنگ تھی جو کنانہ و قیس کے درمیان ہوئی اس جنگ مین قریش نے کنانہ کو مدد دی، یہ سب کچھ اسلئے کیا گیا کہ حضرت رسول خدا کی نگاہ جنگ کے نشیب و فراز اور بہادرون کے مقابلے سے آشنا

عــہ طبقات ابن سعد جلد ۱ صـ ۷۶ عــہ سیرۃ حلبیہ ج ۱ صـ ۱۲۷ مطبوعہ مصر۔

نہ رہنے پائے (بہر حال حضرت ابو طالب نے صلح و جنگ، رزم و بزم دونوں پہلوؤں پر نظر رکھی اور اسی اعتبار سے تربیت رسول فرمائی)

تیسری دگرہ منزل

جب رسول کی زندگی کا پچیسواں برس شروع ہوا، تو حضرت ابو طالب کی سب سے بڑی اور تنہا آرزو یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح رسول کے (ادارہ تبلیغ) میں استقلال آئے، اسی فکر میں آپ لگے رہتے تھے اور رسول کے لئے ایجاد ثروت و مکنت میں کوشاں تھے تاکہ رسول بے فکر ہو کر اپنے اس خدائی تبلیغ کو انجام دے سکیں جسکو حضرت ابو طالب کی فراست نے سمجھ لیا تھا، اور جو سرای عالم کی حیثیت سے سامنے آنے ہی والی تھی چاہے جتنی دیر ملتی اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ آفات و شدائد کے وقت بڑی سے بڑی معین و مددگار دولت و ثروت ہی ہوتی ہے۔ بعد غور و فکر، اس امر کے لئے، جو بہترین صورت جناب ابو طالب نکال سکے وہ یہ تھی کہ جناب رسالتمآب بنا نفع تجارت خدیجہ بنت خویلد میں شریک بن جائیں اور تجارت اس امر کیلئے واسطہ قرار دیجائے،

جناب خدیجہ بنت خویلد اس عہد میں زنان قریش کی سردار تھیں، اور آپ حسب و نسب، کمال و جمال، ثروت و دولت، عزت و وقار، عطا و جود، اور تجارت و سیع کے اعتبار سے اُس عصر میں ممتاز تھیں۔

اُس سے اصل مقصود جناب ابو طالب کا یہ تھا کہ رفتہ رفتہ یہ تجارت کا واسطہ، علاقہ ازدواج سے تبدیل ہو جائیگا اور یوں تمام مقبو صفات خدیجہ جناب رسالتمآب کے لئے ہو جائینگے، کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ جناب خدیجہ کے دل میں رسول کی محبت بہت جلد گھر کرے گی، کیونکہ آپ کی معاشرت، معاملت، کمال ذات، حسن صورت، صدق گفتگو، خوش خلقی، کرم، عزتِ خاندان، طہارت اصل حسن شہرت، جمال، وفور دانش، پاکی ذات اور بے مثلی صفات، یہ تمام باتیں وہ تھیں جن کو خدیجہ نے دیکھا تھا اور سنتی بھی تھیں، اور یہ صفات حسنہ جذب و شوق دانش کے لئے کمال ہو غرہیں۔

یہ تھا جناب ابو طالب کا نظریہ۔ لہذا آپنے یہ نہیں چاہا کہ رسول خواستگار خدیجہ ہوں بلکہ چاہا کہ

خدیجہ خواستگار رسول ہون ۔ اور اسی لئے فوراً تمام سامان تزویج و دولت اکٹھا ہوگئے (کہ خدیجہ خواستگار ہوئین) اور تمام کام حسب لخواہ بن گئے ۔

اس خیال کو جناب ابوطالب نے اپنے بھتیجے (رسول) سے ذکر بھی نہین کیا بلکہ یہ تمام اسکیم واقعہ کی حیثیت سے رسول کے سامنے آئی، اور درحقیقت ابوطالب کا ذکر نہ کرنا عین حکمت اور تقاضائے متانت تھا۔

چنانچہ سیرۃ حلبیہ جلد اصفحہ ۱۳۲ پر یون بیان کیا گیا ہے "کہ ابوطالب نے رسول سے کہا کہ اے میرے بھتیجے! مین ایک نادار آدمی ہون اور میرے پاس مال و دولت نہین، اور یہ قحط کا زمانہ ہے اور متواتر کئی سال تک قحط پڑ چکا ہے ۔ نہ میرے پاس کوئی سرمایہ ہے اور نہ کوئی تجارت (ایسی وقت مین) (دیکھو!) یہ تمھارے قوم کے اونٹ ہین جو شام مین بغرض تجارت جاتے ہین اور انکے جانے کا زمانہ آگیا ہے، اور خدیجہ بنت خویلد تمھارے قوم اور قبیلہ کے لوگون کو اس قافلہ کے ساتھ بھیجتی ہین جو خدیجہ کے لئے تجارت کرتے ہین اور نفع پاتے ہین ۔ اگر تم خدیجہ کے پاس اسوقت مین جاؤ تو (مجھے یقین ہے) کہ وہ اسبارے مین جلدی کرینگی اور تمھین اورون پر فضیلت و ترجیح دینگی، حتیٰ کہ تمھاری طہارت کا (پاکیزگی مزاج و طبیعت) کا انھین علم ہے ۔ اگرچہ تمھارا شام کا جانا مجھے ناگوار ہے کیونکہ مجھے تمھارے متعلق یہود سے خوف ہے ۔ مگر یہ کہ اب سوا اسکے کوئی چارہ بھی نہین ۔"

جناب رسالتمآب نے جواب مین فرمایا "تو شاید خدیجہ اس معاملہ خاص مین مجھ سے کچھ کہلا بھیجین" ابوطالب نے کہا اگر مجھے خوف ہے کہ کہین کوئی اور شخص تمھاری جگہ پر مقرر ہوکے نہ چلا جائے اور پھر تم اسبات کو چاہو جو ہو چکی ہوگی ۔"

یہ گفتگو کرکے یہ دونون حضرات چلے گئے اور جناب خدیجہ کو اس گفتگو کی اطلاع ملی، تو آپنے کہا کہ مجھے بالکل یہ نہ معلوم تھا کہ (رسول) کی یہ خواہش اور یہ ارادہ ہے ۔ پھر جناب خدیجہ نے رسالتمآب کے پاس پیغام بھیجا اور یہ بھی کہلوایا کہ مجھے اسبات پر (پیغام بھیجنا) کسی چیز نے نہین آمادہ کیا، مگر آپ کی سچائی آپ کی امانت داری اور آپ کے اخلاق کریمہ نے اور مین آپ کو ان لوگون سے دوگنا دونگی (منافع) جو آپ کے قوم سے ہین اور برابر جایا کرتے ہین ۔

جناب رسالتمآب اپنے چچا ابو طالب سے ملے اور کل واقعہ بیان کیا حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ (مبارک ہو) یہ وہ رزق ہے جو خدا نے تم تک پہونچایا۔

آپ تجارت کیلئے شام روانہ ہو گئے اور آپکے ساتھ حضرت خدیجہ کا ایک غلام تھا جس کا نام "میسرہ" تھا جب آپ اس سرزمین پر پہونچے تو وہ بار جو ساتھ لیکے چلے تھے اسکو بیچا، انہیں اتنا نفع ہوا کہ آجتک کبھی ویسا نفع کسی تاجر کو (جو آپسے پہلے آئے تھے) نہوا تھا اور یہ آپکی برکت تھی میسرہ نے اس سفر میں بہت سی چیزیں جناب رسالتمآب سے مافوق العادہ دیکھیں اور ایسے خوارق عادات دیکھے جو صرف اسی کیلئے ہو سکتی ہیں جو شخص عنایت ربانی سے مخصوص ہو۔

اسکے ماسوا راہبوں نے بھی بشارت کے انداز پر آپ کی نبوت کی خبر سنائی۔ یہ تمام باتیں میسرہ نے خدیجہ سے جاکے بیان کر دیں، خود خدیجہ بھی اپنی آنکھوں سے بعض بیان کردہ باتوں کو دیکھ چکی تھیں۔ لہذا میسرہ کے باتوں کی تصدیق ہو گئی، اور یوں "دبیر ابو طالب کامیاب و بامرام ہوئی" کیونکہ خدیجہ کے دل میں محبت رسول جاگزین ہو گئی۔

اب خدیجہ نتیجہ یقین اور کشمکش شوق و حیا میں مبتلا، شوق یہ چاہتا تھا کہ آپ نبی کو رسول کے لئے بحیثیت زوجہ پیش کریں، اور حیا خود خطبہ کرنے سے مانع تھی۔

"شرم گوید منع لب کن عشق گوید نعرہ زن"

یہانتک کہ وہ حالت پہونچی کہ خدیجہ نے اپنے مقام پر یہ طے کر لیا کہ ایسے شخص کے خطبہ سے بعید تھی نہ کرنی چاہیئے چاہے وہ رسم و رواج زمانہ کے خلاف ہی کیوں نہو، کیونکہ خوف میں ناامیدی ہے اور حیا میں مایوسی ہے۔ چنانچہ خدیجہ نے اظہار دل اپنی ایک رازدار عورت سے جو آپکی دوست تھیں ظاہر کر دیا جن کا نام نفیسہ بنت منیہ تھا۔ آپ نے نفیسہ سے فرمایا کہ کیا تم میری پنیامبری کرو گی اور یہ کہ رسول کی حالت میری طرف سے کیا ہے اسکی خبر لادو گی شاید ان کا میلان طبع بھی میری طرف ہو۔ نفیسہ نے قبول کر لیا اور رسول کے پاس آئیں اور کہا کہ آپ نیا عقد کیوں نہیں کرتے۔ آپنے فرمایا، میں اپنی بے سروسامانی کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا۔ نفیسہ نے کہا اور اگر میں تمام باتوں کو حسب دلخواہ

ٹھیک کردون جو مال، جمال اور شرف دنیوی کے اعتبار سے درست ہو تو کیا آپ عقد کر لین گے رسول نے پوچھا تو آخر بتاؤ تو کہ ایسی عورت کون ہی؟ نفیسہ نے کہا خدیجہ بنت خویلد، رسول نے فرمایا، تو یہ کیسے ممکن ہو سکیگا۔ نفیسہ نے کہا مین سب طے کر دون گی یہ کہکے نفیسہ مژدہ جانفزا اور نوید مسرت لئے ہوئے پلٹین اور خدیجہ سے بیان کر دیا۔

خدیجہ نے اسیوقت فوراً وقت نکاح معین کر دیا اور رسول سے کہلا بھیجا، اپنے افراد عزہ کو بھی بلوالیا رسول بھی اپنے رشتہ دارون کے ہمراہ تشریف لائے حضرت ابوطالب بھی ساتھ ساتھ تھے، حضرت ابوطالب ہی نے رسالتمآب کی تزویج خدیجہ سے کی اور عقد پڑھا۔

"مفہوم خطبہ جو عقد رسول مین ابوطالب نے پڑھا"

اس خدا کی حمد جس نے ہمکو ابراہیم کی ذریت، اسمٰعیل کی کھیتی، معد کی اصل۔۔۔۔ اور مضر کے عنصر سے قرار دیا، جس نے ہمین اپنے گھر کا پاسبان و محافظ اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا، اور اُس نے اپنے گھر کو ہمارے لئے ایک محفوظ جائے پناہ اور ایک ایسا گھر بنایا جو حجاج کا مقصود اصلی ہونا رہتا ہی اور ہمکو اوس نے لوگون پر حاکم مقرر کیا۔

یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہی وہ جس کا کوئی شرف، شہرت، فضل اور عقل مین ہمسر و ہم مرتبہ نہین، اگرچہ اسکے پاس مال دنیا نہین (اور سچ پوچھو تو) مال ایک فنا ہو جانے والی چھاؤن ایک گزرنے والی شے اور ایک ایسی عاریت ہی جس کا لوٹانا ضروری ہی۔

خدا کی قسم محمدؐ کے لئے اس وقت کے بعد ایک بڑی خبر اور بڑی بات ہی، انھون نے تم مین کی شریف عورت خدیجہ سے خطبہ کیا ہے اور مہر معجل و مؤجل مبلغ ساڑھے بارہ اوقیہ (یعنی پانچسو درہم شرعی) ہے۔"

ورقہ بن نوفل نے کہا خدا کی قسم تم لوگ اسکے اہل ہو اور عرب تمھارے فضل و شرف کے منکر نہین اور نہ تمھارا فخر و شرف کوئی رد کر سکتا ہے ہم کو یہ نسبت پسند ہی اور ہم جانتے ہین کہ تمھارے شرف سے ہمارا اتصال اس طرح سے ہو جائے۔ اے گروہ عرب گواہ رہو کہ مین نے خدیجہ بنت خویلد کی تزویج

محمد بن عبد اللہ سے اس مہر پر کر دی۔

ابو طالب نے ورقہ سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اس مطلب مین تمہارے شریک خدیجہ کے چچا بھی ہو جائین چنانچہ عمر بن اسد عم خدیجہ نے کہا "اے گروہ قریش گواہ رہو کہ مین نے محمد بن عبد اللہ کا نکاح خدیجہ بنت خویلد سے کیا"

اسکے بعد رسول نے دعوت ولیمہ کی اور اونٹ نحر کیے گئے، اس شادی سے جتنی خوشی کہ جناب ابو طالب کو ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ آپنے فرمایا کہ اس خدا کا شکر جس نے ہم سے رنج و غم کو دور کیا حضرت ابو طالب رسول اللہ کے چوتھی منزل عمر تک زندہ رہے اور آپ ہمیشہ ان خدائی نعمتون اور خیر کثیر پر جو خدا کی طرف سے خدیجہ کے ساتھ عقد ہو جانے سے پایا گیا تھا شاکر تھے اور غبطہ فرماتے تھے۔

واذا استطال الشیٔ قام بنفسہ وصفا ضوء الشمس تذھب باطلا

ہم نے جناب خدیجہ کے ان احسانون کا تذکرہ جو آپنے اسلام پر کیے تھے اس ذیل مین اسلیے نہین کیا کہ وہ ہمارے موضوع کتاب سے خارج ہین۔

جتنا کہ رسول کی منزلت قریش کے دلون مین گھر کرتی جاتی تھی اتنی ہی حضرت ابو طالب کی خوشی اور مسرت بڑہتی جاتی تھی، مگر آپ ٹھنڈے دل سے اس دن کے منتظر تھے جب رسول پر ناموس اکبر خدا کی طرف سے اترے اور آپ اسکی علامت سے سرفراز ہون۔ اس دن کے لئے اور اسکے بعد کے زمانے کے لئے ابو طالب کے دل مین بڑی بڑی امیدین تھین تاکہ آپ اپنے واجبی خدمات سرانجام دین اور حصہ وافر آپ کی نصرت سے حاصل کرین۔

جب عقد رابع کا آخری سال آیا، اور اسوقت رسول کی عمر شریف چالیس برس کی تھی تو خدانے آپ کو بواسطہ ملک غار حرا مین رسالت سے سرفراز کیا۔ چنانچہ جبرئیل امین نے پکارا اے محمد مین جبرئیل ہون اور تم خدا کے رسول ہو اس امت پر" پھر آپ پر وحی برابر اترتی رہی۔

"عقد خامس (پانچوین گرہ)"

بعثت کے چوتھے سال، جب رسول کو خدا کی طرف سے اظہار دعوت کا حکم ہوا تو رسول نے اپنے چچا عباس سے کہا، جیسا کہ "غایۃ السول" مین ابراہیم حنبلی سے متعدد اسانید کے ساتھ روایت ہے، کہ میرے خدا نے مجھے تبلیغ کا حکم دیا ہے، آپ مجھے کیا مدد دینگے؟

عباس نے جواباً کہا کہ تم جانتے ہو کہ قریش تمھارے باپ کے بہت بڑے دشمن ہین، اور جب تم اظہار دعوت کرو گے تو یہ ایک بڑی مصیبت اور عظیم آفت ہو گی، اور ہم سب کے سب قریش کی عداوت کا نشانہ بنین گے، مگر تم اپنے چچا ابو طالب کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب سے بڑے ہین، انھون نے اگر تمھاری مدد نہ بھی کی تو وہ تمھین چھوڑینگے نہین اور نہ دشمنون کے ہاتھون مین تمھین سپرد کرینگے۔

عباس اور رسالتمآب دونون حضرت ابو طالب کے پاس آئے، ابو طالبؑ نے انکے آنے کا سبب پوچھا تو عباس نے واقعہ کہہ سنایا۔ جناب ابو طالبؑ نے رسول سے کہنا شروع کیا، "تم بلند مقام و بلند مرتبہ ہو، تم معزز و ممتاز ہو، خدا کی قسم تم پر زبانین طعنہ زنی نہ کرینگی مگر یہ کہ تیز زبانون سے جواب پائینگی اور تیز تلوارین انکا استیصال کر دینگی۔ خدا کی قسم عرب تمھارے آگے گردن جھکا دے گا۔ اور میرے باپ (عبد المطلب) تمام کتب پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے صلب سے ایک نبی ہوگا، کاش مین انکا زمانہ پاتا تو اس پر ایمان لاتا، خیر، اگر میری اولاد مین سے کوئی اس عہد تک زندہ رہی تو وہ اس پر ضرور ایمان لائے (حدیث)

"وانذر عشیرتک الاقربین" کے ذیل تفسیر مین لکھا ہے کہ جب رسول نے اپنے اعزہ اور اقربا کو دعوت اسلام دینی شروع کی تو ابو لہب نے (جیسا کہ کتب تاریخ مین ہے) آپ سے معارضہ کرنا شروع کیا تو جناب ابو طالبؑ نے فرمایا "اے کانے چپ رہ تجھے اس سے کیا مطلب؟" پھر رسول سے خطاب کر کے کہا"، "میرے سردار اٹھو اور جو چاہتے ہو کہو اور اپنے رب کی رسالت کو پہونچاؤ کیونکہ تم صادق بھی ہو اور صدیق بھی۔

جب رسول نے اظہار دعوت شروع کیا اور قریش کی عادات، معتقدات اور عقلون کی سفاہت پر

روشنی ڈالی تو قریش نے رسول کو آماج طعن و تشنیع اور نشانہ عداوت بنا لیا، قریش اہانت کیلئے بزم مشاورت آراستہ کرنے لگے کہ کسی طرح رسول کو اس رائے سے روکیں اور اس مطلب میں غور و فکر و مشورت سے کام لینے لگے کہ آپ کو راہ ہدایت سے پھیر دیں، اس کے لئے انہوں نے ان تھک کوششیں کیں اور مختلف طریقے اختیار کئے جسکا ذکر تاریخوں میں ہے۔

جیسے رسول کے گفتگوئے ہدایت کے بعد قریش کا خانہ ابو طالب پر بار بار اسلئے جانا کہ وہ رسول کو چپ کریں ایسے وقتوں میں حضرت ابو طالب ان کو پلٹاتے تھے اور حسب مقتضائے حکمت و وقت سختی یا نرمی قریش سے برتتے تھے۔ اس فعل سے قریش کو یہ تو ضرور معلوم ہو گیا کہ ابو طالب رسالتمآب کی مدد اور ان سے دفع شر اپنی تمام و کمال قوت سے کرتے رہیں گے جبتک کہ ان کی رگوں میں خون کی گردش ہے۔ اور جب تک انکی ایک رگ بھی متحرک ہے۔

وہ زیرکی جو رسالتمآب ترویج دعوت میں صرف فرما رہے تھے اس نے قریش کو اور بھی مرعوب خوفزدہ کر دیا تھا اس حیثیت سے کہ مواہب الٰہیہ اور وہ تجربے جو رسول کو انکی زندگی میں ہو چکے تھے وہ قریش سے مخفی و پوشیدہ تھے۔

یہ کہ ابو طالب حتماً رسول کے معین و مددگار ہیں، اس مطلب کی تحقیق اور تصدیق ان کو فعل ابو طالب سے ہوئی اور انھوں نے اسکو بچشم خود دیکھ بھی لیا، کبھی ابو طالبؑ اپنے بیٹے جعفر کو رسول کے ہمراہ نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے، اسوقت جبکہ رسول نماز پڑھتے ہوتے تھے اور علیؑ انکے پہلو میں مصلی کی حیثیت سے ہوتے تھے، تو آپ جعفر سے کہتے تھے کہ تم بھی اپنے چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس روایت کو درج کیا ہے۔

کبھی اپنے بھائی حمزہ سے، جب وہ مشرف باسلام ہو چکے، تو فرماتے تھے۔

فصبرا ابا یعلی علی دین احمد ‏ ‏ ‏ ‏ وکن مظهرا للدین وفقت صابرا

اے ابو یعلی (حمزہ) دین احمد پر جمے رہو ‏ ‏ ‏ ‏ اور مستقلاً اظہار دین کرتے رہو تم خدا کرے موفق من اللہ صابر رہو

کبھی جب قوم قریش ابو طالب سے اہانت کی استعانت چاہتی تھی کہ وہ رسول کو امر دعوت سے

خاموش کریں تو جناب ابو طالب رسول سے فرماتے تھے۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم حتی اوسد فی التراب دفینا

اے رسول خدا کی قسم یہ لوگ تم تک نہیں آسکتے (حملہ آور ہو کے) جبتک میں زندہ ہوں

یہ اور اسکے ماسوا بہت سی ایسی ہی باتیں تھیں، جن کو طول کلام کی جہت سے نظر انداز کیا جاتا ہے،

یہی وہ واقعات تھے جن سے بات بڑھ گئی، اور وہ رشتہ تمدن جو ابو طالب اور قریش کے درمیان تھا

منقطع ہو گیا یہاں تک کہ وہ لوگ ابو طالب کو رسول کی اذیت سے ہو بچانے لگے اور جس طریقہ سے

ممکن ہوا تکلیف دینے کی کوشش کرنے لگے۔

جب قبائل عرب میں اسلام کی کونپلیں پھوٹیں تو قریش کا غم اور زیادہ ہو گیا، اور اب انھوں نے

مشورہ کر کے ٹھان لیا کہ کھلم کھلا محمد کو قتل کر دینا چاہیے۔

اس لئے (کہ قریش کی دشمنی سے حفاظت ہو) ابو طالب نے نبی ہاشم اور نبی مطلب کو جمع کیا اور

ان کو یہ حکم دیا کہ رسول کے ہمراہ "شعب" میں پناہ گزیں ہوں تاکہ محفوظ و مامون رہیں۔

"قریش کا بائیکاٹ"

جب قریش نے یہ دیکھا، تو انھوں نے یہ طے کر لیا کہ ایک عہد نامہ تیار کیا جائے جس پر سب کے سب

دستخط کریں اور اسمیں یہ معاہدہ کریں کہ نبی ہاشم و نبی مطلب کے ساتھ رسم و راہ ملاقات ترک کر دیجائے انکے

پاس کوئی بیٹھے نہیں بازار و دکان میں کوئی شخص انکے ہاتھ کچھ فروخت نہ کرے، انکے یہاں کسی عورت کا

نکاح نہ کیا جائے اور نہ ان سے کبھی صلح کیجائے اور نہ ان پر رحم کیا جائے اسوقت تک جب تک کہ وہ

رسول کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔ جو معاہدہ لکھا گیا اس پر پوری قوم کے دستخط ہوئے اور وہ کعبہ میں

لٹکا دیا گیا۔

نبی ہاشم حصار شعب میں تین برس یا دو برس مقیم رہے، اور تکالیف کی وجہ سے دنیا ان پر تنگ

ہو گئی اس زمانہ تنگی میں ضروریات خورد و نوش اور ضروریات زندگی کی فراہمی میں جو کوششیں جناب

ابو طالب اور جناب خدیجہ نے کیں وہ خود ایک عظیم امتحان تھا۔

جب خدا نے چاہا کہ یہ تکالیف رسول اور اسکے خاندان سے، جو بیکسی کے عالم میں رسول کی مدد کر رہا ہے اور سوا انکے کوئی اور ناصر و مددگار نہیں، دور ہوں، تو دیمک کو اس نے مسلط کر دیا جس نے اوس عہدنامہ کو چاٹ لیا اور وہ فنا ہو گیا - اسکی اطلاع بذریعہ وحی خدا نے اپنے رسول کو دی اور رسول نے جناب ابو طالب کو مطلع کیا -

ابو طالب قریش کے پاس آئے یہ لوگ اپنی محفل گرم کئے ہوئے تھے، اور ان کو بتایا کہ انکے عہدنامے کے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا یہ بھی کہا کہ اس بات کی اطلاع ابو طالب کو رسول نے دی اور رسول کو بذریعہ وحی خبر دی گئی -

پھر ابو طالب نے قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر یہ واقعہ سچا ہے جیسا کہ رسول نے خبر دی ہے تو ذرا اپنی ان حرکات سے باز آؤ اور دم لو اور اگر تم اپنے ارادوں سے باز نہ آؤ گے تو یہ سمجھے رہو کہ خدا کی قسم ہم رسول کو تمھیں نہیں سپرد کر سکتے جبتک کہ ہم میں کا ایک بھی زندہ ہے۔ البتہ اگر یہ خبر جو رسول نے دی باطل اور جھوٹ ہو تو ہم رسول کو تمھیں سپرد کر دیں گے - اسپر قریش راضی ہو گئے اور اس مکتوب کو کھولا تو دیمک اسے چاٹ چکی تھی اور جو کچھ ابو طالب نے بواسطہ رسول صادق بیان کیا تھا وہ سب سچ تھا -

جب قریش نے اس سچائی کو دیکھا، تو کہا کہ یہ تمہارے بھتیجے کا جادو ہے، اور بجائے اسکے کہ اس صدق قول سے وہ انصاف کرتے اور رسول کو رسول مانتے) انکی عداوت انکا عناد اور بغض بڑھ گیا -

اب ابو طالب نے ان سے کہا کہ ہم کیوں حبس و حصار میں رہیں درانحالیکہ یہ امر ظاہر ہو گیا کہ تم ظالم ہو، قطع رحم کر رہے ہو اور برائی کرتے ہو -

پھر ابو طالب کعبہ میں داخل ہوئے گروہ بنی ہاشم آپکے ہمراہ تھا اور سب کے سب یہ کہہ رہے تھے - اے خدا تو ہماری مدد کر ان کے مقابلہ میں جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور قطع رحم کیا اور جو چیزیں کہ حرام تھیں ان کو حلال کر دیا "

یہ کہکے سب پھر اسی شعب کی طرف پلٹ گئے -

ابن اثیر نے کامل جلد ۲ صد ۳۶ پر ابو طالب کے وہ اشعار لکھے ہیں جنھیں اس عہدنامہ کا واقعہ اور

دیمک لگنے کا حال، اور ظلم وقطع رحم قریش کا تذکرہ کیا ہے بعض اشعار یہ ہیں۔

وقد کان فی امر الصحیفۃ عابرۃ متی ما یخابر غائب القوم یعجب

اس مکتوب کے بارے میں مقام عبرت ہے وہ ام صحیفہ کہ جب اس سے غائب خبردار کیا جاتا تو متعجب ہو جاتے

محی اللہ منھا کفرھم وعقوقھم وما نقموا من ناطق الحق معرب

خدا نے قریش کے کفر و نافرمانی کو محو کر دیا اور اس مقام کو بھی محو کر دیا جو ایک سچے کو دے رہے تھے

فاصبح ما قالوا من الامر باطلا ومن یختلق ما لیس بالحق یکذب

جو کچھ قریش نے کہا تھا وہ باطل نکلا اور جو بھی حق کو گڑھے گا، جھوٹ بولے گا

قریش میں دو پارٹیاں ہو گئیں

اس عہدنامے کے توڑنے کیلئے اور اس معاہدہ کو کالعدم بنانے کے لئے (اس واقعہ مذکورہ کے بعد) اتنے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہشام بن عمر بن حارث، زہیر بن امیہ، رسول کی پھوپھی عاتکہ کے صاحبزادے مطعم بن عدی، ابو البختری بن ہشام، اور زمعہ بن اسود، ان لوگوں کی کوشش ابوجہل اور ان لوگوں کے خلاف نقض عہد، میں ہوئیں، جو چاہتے تھے کہ یہ مقاطعہ مستمر اور ہمیشہ رہے۔ چنانچہ یہ جماعت اپنے مطلب میں کامیاب ہوئی اور رسول اور انکے ساتھیوں کو ان تکالیف سے نجات ملی جو پہلے تھیں۔ اب یہ لوگ جیسے قبل حصار تھے ویسے ہی رہنے لگے۔

ایک خوفناک وقت

یوں تو حضرت ابو طالب قریش کی دغابازی، انکی عداوت وفریب سے واقف تھے اور رسول کی طرف سے دفاع کی کوشش ہمیشہ فرمایا کرتے تھے اور قریش کی دھمکیوں اور انکے شوکت و رعب کو اپنی ممکن قوتوں سے توڑتے اور رد کیا کرتے تھے۔ مگر اسی عالم میں ایک خوفناک وقت بھی آن پڑا جسکا تذکرہ عبدالرحمٰن بن محمد بن جوزی محدث بغدادی نے واقدی سے نقل کرکے لکھا ہے۔

واقدی یوں بیان کرتا ہے کہ ابو طالب کسی وقت ایک لحظہ کے لئے بھی رسول کا ساتھ نہ چھوڑتے تھے اور نہ آپ لمحہ بھر کے لئے بھی کہیں غائب ہوتے تھے، بلکہ ہمہ وقت آپ حفاظت نبی کیا کرتے تھے کیونکہ آپ کو

خوف تھا کہ کہیں قریش آپکے رسول کو دھوکا دیکے قتل نہ کر دین۔ ایک دن رسالتمآب کھو گئے اور انکو ابو طالب نے آکو نہ دیکھا یہانتک کہ شام ہو گئی اور رسول نہ آئے، اور رات بھی گذر گئی اور صبح ہو گئی مگر رسول کا کہین کوئی پتہ نہ چلا۔ تب حضرت ابو طالب نے اپنے لڑکون اور غلامون وغیرہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ محمدؐ کل سے گم ہو گئے ہین اور اسوقت تک انکا کوئی پتہ نہیں، مجھے تو یہی گمان ہے کہ قریش نے ان کو دھوکے سے قتل کر دیا اور ان سے دغا کی۔ مین نے ان کو بہت ڈھونڈھا مگر نہ پایا، اب ایک مقام باقی رہ گیا ہے۔ اور مجھے تو امید نہیں کہ وہان بھی ملیںن یہ کہکے آپنے سب کو چھریان دین اسوقت آپکے غلامون مین سے بیس آدمی تھے، اور ان سے کہا کہ جاؤ اور ہر شخص تم مین کا سرداران قریش کے ہر سردار کے پہلو مین بیٹھے۔ یہ غلام حکم پاتے ہی چلے گئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی چھری خوب تیز کر لی۔

حضرت ابو طالب یہ حکم دیکے اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہان کا آپ کو خیال تھا اور آپکے ہمراہ آپکی قوم کے لوگ تھے، اور آپ فرماتے جاتے تھے کہ "بڑی مصیبت نازل ہو گئی" اگر محمد نہ ملے، آخر کار جناب رسالتمآب کو آپنے دیکھا کہ دامن مکہ مین نماز پڑھ رہے ہین اور ایک پتھر کے کنارے کھڑے ہین ابو طالب (جوش محبت) مین رسول پر ٹوٹ پڑے اور اپنے محبوب بھتیجے کے بوسے لینے لگے۔

پھر رسول کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہمراہ لئے ہوے مسجد کی طرف آئے قریش اپنے کعبہ کے پاس اپنی بزم مین بیٹھے ہوے تھے جب دیکھا کہ ابو طالب رسول کا ہاتھ پکڑے ہوے۔ آرہے ہین تو انھون نے ایک دوسرے سے مخاطب ہوکر کہا تو دیکھو ابو طالب محمدؐ کو ساتھ لیکر آئے ہین اور ہو نہ ہو کچھ بات ضرور ہے۔

جب آپ وہان ٹھہرے تو غصہ آپکے چہرہ سے ٹپک رہا تھا آپنے اپنے غلامون سے کہا کہ وہ پوشیدہ چیز جو تمھارے پاس ہے ذرا نکالو تو، اس حکم کے سنتے ہی ہر ایک نے چھریان نکال لین، قریش نے جب چھریان دیکھین، تو کہا اے ابو طالب اسکا کیا مطلب ہے؟ ابو طالب نے فرمایا اسکا مطلب یہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ سنو! مین نے دور دور تک محمد کو ڈھونڈھا اور انکا پتہ مجھے نہ ملا تو مجھے

یہ ڈر لگا کہیں ایسا تو نہو کہ تم نے کوئی کید کیا ہو لہذا میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ چھریاں لیکر تمھارے پہلوؤں میں بیٹھیں اور میں نے ان سے یہ بھی کہدیا تھا کہ جب تم دیکھنا کہ میں تنہا آرہا ہوں اور میرے ساتھ محمد نہیں تو تم میں کا ہر شخص اپنے پاس کے سردار کو مار ڈالے چاہے وہ سردار ہاشمی ہی کیوں نہو قریش نے یہ سنکر کہا کیوں ابو طالب کیا تم یہی کرنے والے تھے۔ آپنے جواب دیا ہاں رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کرتا۔

مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا یہ حلفائے ابو طالب میں سے تھے، تو تم اپنی ہی قوم کو مارنے والے تھے کہا ہاں یہی ہونے والا تھا۔

آج کے دن سے قریش نے یہ ارادہ کہ رسول کو دھوکے سے قتل کر دیں، ترک کر دیا اور ابو طالب سے نرم اور میٹھی باتیں کرنے لگے مگر ابو طالب انکے مجمعوں میں شریک نہ ہوتے تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے ہوئے چلے گئے۔

اذهب بنی فما علیك مخافة وابشر بذاك وقر منك عیونا

بیٹا (رسول) جاؤ اب کوئی ڈر نہیں تمہیں بشارت ہو اور تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہیں

ایک اور واقعہ

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جسکو اصبغ بن نباتہ نے علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا! کہ ایک روز رسول خدا قریش کی ایک جماعت کی طرف سے ہوکے گذرے جنہوں نے اونٹ نحر کئے تھے، اور آپنے اون پر سلام نہیں کیا جب آپ دار الندوہ میں پہونچے تو قریش نے کہا لو اور سنو یتیم ابو طالب ہماری طرف سے گذرتے ہیں تو ہم پر سلام نہیں کرتے۔ اچھا کون شخص اسبات پر آمادہ ہوتا ہے اکہ اس کے عوض میں انکی نماز کو فاسد کر دے۔

عبد اللہ بن زبعری نے کہا کہ میں جاتا ہوں اور ایسا کرتا ہوں، اس نے گوبر اور خون لیا اور نبی کے پاس پہونچ گیا رسول اسوقت سجدہ میں تھے عبد اللہ نے آپکے کپڑے اس غلاظت سے بھر دئے۔

رسول اللہ اٹھے اور حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور کہا چچا مین کون ہون؟ ابو طالبؑ نے کہا بیٹا اسکے کیا معنی ہین؟ تو آپنے سارا قصہ کہہ سنایا۔ ابو طالبؑ نے کہا تو بیٹا تم نے ان لوگون کو کہان چھوڑا؟ کہا یہین "ابطح" مین۔

حضرت ابو طالبؑ نے پکارنا شروع کیا اے آل عبد المطلب، اے آل ہاشم، اے آل عبد مناف آؤ، چنانچہ ہر شخص ہر مکان سے لبیک کہتا ہوا نکل پڑا۔ آپنے کہا اپنی تلوارین اور اسلحہ لے لو اور خود بھی اپنی تلوار کھینچ لی۔ ان سب کو ساتھ لئے ہوئے آپنے قوم قریش کا ارادہ کیا جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب تلوار کھینچے ہوئے آرہے ہین تو قریش نے اٹھنے کا ارادہ کیا، حضرت ابو طالبؑ نے پکار کر کہا کہ خدا کی قسم اگر تم مین کسی شخص نے بھی اپنی جگہ سے حرکت کی تو گردن اڑا دون گا۔ پھر رسول سے کہا کہ بیٹا تمکو کس نے یہ اذیت پہونچائی تھی، آپنے ابن زبعری کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ابو طالبؑ نے ابن زبعری کو اپنے پاس بلایا اور اسکی ناک توڑ دی یہانتک کہ خون نکل آیا۔ پھر حمزہ کو حکم دیا کہ گوبر اور خون لے آئین چنانچہ وہ لے آئے اور اس بھرے ہوئے مجمع قریش کے سر دن پر اس کو پھینکدیا۔ پھر رسول سے کہا کیون میرے بھائی کے بیٹے اب تم خوش ہوئے۔ اور تم نے مجھ سے یہ بھی تو پوچھا تھا کہ مین کون ہون تو سنو، تم محمد بن عبد اللہ ہو اور آپنے پورا سلسلۂ نسب بیان کیا۔

پھر فرمایا کہ اے محمد تم خدا کی قسم نسب کے اعتبار سے قریش سے اشرف ہو اور منصب کے اعتبار سے ان سے بلند تر اور ارفع ہو (اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا اے گروہ قریش تم مین سے جس مین بھی دم ہو اٹھے اور اپنا کام کرے، مین وہ ہون جسے تم خوب پہچانتے ہو۔

یہ کہکے آپنے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے اور رسول کی طرف ہاتھون سے اشارہ کرتے جاتے تھے۔

انت النبی محمد قرم اغر مسود

تم خدا کے نبی ہو تم ذی عزت، روشن اور سردار ہو

لمسودین اکارم طابوا وطاب المولد

تم بھی پاک اصل اور تمھارے والدین بھی بزرگ اور پاک اصل ہین۔

نعم الارومة اصلها عمرو الحطیم الاوحد

کیسی عمدہ ہے وہ اصل نسب (جو اس شجرہ کی درۃ التاج ہے) یعنی عمرو حطیم یگانۂ روزگار (جناب ہاشم)

هشم الربیکة فی الجفا ن وعیش مکة انکد

انھون نے بڑے پیالون مین روٹی بھگوئی اسوقت جب اہل مکہ کا عیش (قحط سے) تلخ ہو چکا تھا

فجرت بذلك سنة فیها الخبیزة تثرد

اسی دن سے یہ سنت جاری ہو گئی کہ بڑے بڑے پیالون مین روٹی بھگوئی جانے لگی (مہمان نوازی)

ولنا السقایة للحجیج بها یماث العنجد

حجاج حرم کی سقایت (پانی پلانا) ہمارے ہی متعلق ہے جسمین زبیب ملا دیا جاتا تھا۔

والمازمان وما حوت عرفاتها والمسجد

ہمارے ہین مازمان (تنگنائے مکہ و منیٰ) اور جن مقامات کو اسکے عرفات و مسجد شامل ہین۔

انی تضام ولم امت وانا الشجاع العربد

تم پر ظلم کیونکر کیا جا سکتا ہے حالانکہ ہم مرے نہین اور ہم شجاع و بہادر ہین

وبطاح مکة لا یری فیها نجیع اسود

مکہ کے نشیبون مین ابھی سیاہ خون جمع نہین ہوا یعنی صلح ہے۔

وبنو ابیك کانهم اسد العرین توقد

اور تمھارے بھائی (ماشاء اللہ موجود ہین) گویا شیر بیشۂ شجاعت ہین جو جوش مین ہین

ولقد عهدتك صادقا فی القول لا تتزید

مین نے تم کو (اے رسول) سچا ہی دیکھا اور تمھارے قول مین زیادتی نہین۔

مازلت تنطق بالصواب وانت طفل امرد

تم ہمیشہ سچ بولتے رہے اسوقت بھی جب تم کمسن تھے

تاریخ نے اس بات کو بھی بتایا ہے کہ حضرت ابو طالب ہمیشہ ان مسلمانون کی بھی مدد کرتے

رہے جو کمزور تھے اور قریش کے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا تھے اس واقعہ کے متعلق بھی آپکے اشعار موجود ہیں جن سے تاریخ خالی نہیں۔

چنانچہ محمد بن اسحاق نے کتاب مغازی میں اس واقعہ کو لکھا ہے کہ جب ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی پر قریش نے حملہ کیا اور ظلم و تعدی کرنا چاہا اور ارادہ کیا کہ اسلام سے اسکو پھیر دیں تو اس نے قریش سے بھاگ کر حضرت ابو طالب کے یہاں پناہ لی اور آپنے اسکو پناہ دی حضرت ابو طالب کی والدہ گرامی بھی مخزومیہ تھیں، چنانچہ قبیلہ بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابو طالب کے پاس پہونچے اور ان سے کہا "ابو طالب خیر یہ اور بات تھی کہ تم نے اپنے بھتیجے محمد کو پناہ دی اور حفاظت کی اور ہمیں نہیں سپرد کیا مگر یہ کیا کہ تم ہمارے قبیلہ کے آدمی کو بھی ہمیں نہیں سپرد کرتے ہو" آپنے فرمایا کہ اول تو اس نے مجھ سے پناہ چاہی ہے دوسرے یہ کہ وہ میری بہن کا لڑکا ہے، اگر میں اسکو نہ پناہ دیتا تو اپنے بھتیجے کی بھی حفاظت نہ کرتا۔ اس پر بات بڑھی اور شور و غل مچنے لگا، آخر کار وہ لوگ فتنہ کے خوف سے چلے گئے۔

مجمع التواریخ میں ہے کہ جب قریش نے اپنی کمزوری رسول کے مقابلہ میں ابو طالب کی مدد کی وجہ سے محسوس کی تو انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ انکی دسترس جن مسلمین تک تھی اور جو بیان والے انکے پاس موجود تھے ان پر طرح طرح کے عذاب کرنے لگے اور ان کو انکے دین سے پلٹانے کی کوشش کرنے لگے۔

حضرت ابو طالب قریش کے اس بارے میں بھی برابر مقابلہ کرتے رہے۔ چنانچہ اس مقام پر چند اشعار، جو حضرت ابو طالب نے اسوقت فرمائے تھے جب عثمان بن مظعون کے لئے آپ کو غصہ آیا تھا، کیونکہ قریش نے ان کو ایذا پہونچائی تھی، وہ درج کئے جاتے ہیں۔

امن تذکر دھر غیر مامون　　　اصبحت مکتئبا تبکی کالمحزون

کیا تم زمانہ بیوفا کے خیال سے رنجیدہ ہو اور رنجیدہ کیطرح رو رہے ہو

امن تذکر اقوام ذوی سفہ　　　یغشون بالظلم من یدعو الی الدین

کیا تم سب عقل لوگوں کا خیال کر کے رنجیدہ ہو کہ جو ظلم سے ڈھانپ لیتے ہیں اس کو جو دین میں آتا ہے

لا ینتهون عن الفحشاء ما امروا ۔۔۔ والغدر فیهم سبیل غیر مامون

یہ لوگ بری باتوں سے رکتے نہیں اور غدر تو انکا شیوہ ہے۔

الا یرون اذل اللہ جمعهم ۔۔۔ انا غضبنا لعثمان بن مظعون

خدا انہیں ذلیل کرے کیا یہ نہیں جانتے کہ ہم عثمان بن مظعون کیلئے غضبناک ہوئے

اذ یلطمون ولا یخشون مقلته ۔۔۔ طعنا دراکا وضربا غیر موهون

جب یہ لوگ عثمان بن مظعون کو طمانچے مار رہے تھے اور انکی آنکھ کی پروا نہ کرتے تھے انکی مار پے در پے تھی اور ضعیف نہ تھی

فسوف نجزیهم ان لم امت عجلا ۔۔۔ کیلا بکیل جزاء غیر مغبون

اگر میں مر نہ گیا تو بہت جلد ان اشعار کا بدلہ جیسا ظلم انہوں نے کیا ہے ویسی ہی سزا دونگا اور میں اس معاملہ میں [illegible]

او ینتهون عن الامر الذی وقفوا ۔۔۔ فیه ویرضون منا بعد بالدون

یہانتک کہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آئیں اور ہمارے سامنے سر ذلت خم کریں

ونمنع الضیم من یبغی مضامتنا ۔۔۔ بکل مطرد فی الکف مسنون

ہم ظلم کو دور کرتے ہیں [illegible] جو ہم پر ظلم کرنا چاہتا ہے کھنچی ہوئی اصیل تلوار سے

ومرهفات کان الملح خالطها ۔۔۔ یشفی بها الداء من هام المجانین

اور ان تلواروں سے جنکے جوہر ابھرے ہوئے ہیں اور [illegible] جو مجنونوں کے سر سے مرض جنون دور کردیتی ہیں

حتی تقر رجال لا حلوم لها ۔۔۔ بعد الصعوبة بالاسماح واللین

یہانتک کہ بیوقوف لوگ [illegible] نرم ہو جائیں اور حق قبول کریں۔

او یومنوا بکتاب منزل عجب ۔۔۔ علی نبی کموسی او کذی النون

وہ کتاب نازل [illegible] ایسے نبی پر آئی

یاتی بامر جلی غیر ذی عوج ۔۔۔ کما تبین فی آیات یاسین

وہ دلیل اجوامر روشن و درست کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا آپ کی علامتوں میں

حضرت ابوطالبؑ کا اسلام اور اسلام کے چھپانے کا راز

تمام اہل علم اسلامیات کو بخوبی جانتے ہیں کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا اجماع اسلام ابوطالبؑ پر

ہے، اور اجماع اہل بیت ایک حجت بالغہ اور آیت محکم ہے، کیونکہ یہ لوگ معصوم ہیں اور بنص قرآن ہر شک و ریب سے پاک و منزہ ہیں جیسا کہ آیہ تطہیر اس مطلب پر گواہ ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔

اسکے علاوہ ابو طالب کے اشعار میں اس امر کی دلالت صریح موجود ہے کہ آپ با اسلام ایمان تھے جیسا کہ اوپر گذرا اور جو باقی ہے وہ آئندہ آئے گا۔

ان پہ ضرور تھا کہ آپ اپنے اسلام کو قریش سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھے انہیں اسلام ہی کے لئے مصلحت تھی، اسلئے بھی پوشیدگی تھی کہ خدمت و حمایت رسول میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو سکے۔

اگر کہیں اپنے معتقدات کا اظہار قریش کے روبرو حضرت ابو طالب کر دیتے تو انکی اہانت و تذلیل قریش پر آسان ہو جاتی

اور جیسا کہ رسول کے حامی ہو کر تے تھے وہ ویسی ہی سب بیدل ہو کر ابو طالب سے بھی اظہار عداوت رکھتے اور یہ بھی ان کا تشانہ بغض بنتے اور ابو طالب کی وہ قدر و منزلت جو قبل اظہار دعوت قریش کے دل میں تھی اسلام کے اظہار کر دینے کے بعد قطعاً نہ رہتی۔

لہذا یہ اسلام ہی کی ضروریات اولیہ میں سے تھی اور مگر ابو طالب ایسے شخص کے لئے جسکو زمانے نے سبق دے رکھے تھے اور عمر بوں نے تعلیم دے رکھی تھی، عرب کی سیاست انھیں رام کر چکی تھی اور یہ بتا چکی تھی کہ "باز و کدھر سے کھایا جاتا ہے"

یہ تھے وہ اسباب کہ آپ نے اسلام کا پوشیدہ رکھنا ضروری سمجھا اور اسی عالم میں اپنے بھتیجے بلکہ اسلام کی مدد کی بسا اوقات آپکے عقاید کا علم قریش کو ہو گیا جو نظم و نثر دونوں حیثیتوں سے آپکے زبان پر جاری ہوئے مگر وہ عقاید مجمل تھے اور اس طرح سے نظم کلام میں آئے تھے کہ قریش کے سامنے انکی توجیہ و تاویل دوسرے پیرایہ میں کیجا سکتی تھی۔

یہ پوشیدگی اور یہ اظہار صرف آپ کی عقل و فطرت کا نتیجہ تھا جو آپ کو اس راہ پر چلا رہی تھی

اور آپکی زندگی کے یہ لمحات مصلحتاً اس طرح سے گزر رہے تھے جو حقیقتاً مقتضائے حکمت تھا

"حضرت ابوطالب کا مرتبہ خدا کے نزدیک"

آپ کا وہ رتبہ جو پیش خدا ہے وہ ارفع و اعلیٰ ہے اور آپ اس درجہ اور مرتبے کے مستحق و اہل ہیں آپکی خدمات دینی اور قوت ایمانی دیکھتے ہوئے ہر شخص اسے سمجھ سکتا ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام — ارشاد فرماتے ہیں:۔ اگر میرا باپ روئے زمین کے ہر گنہگار کی شفاعت خدا سے کرے تو حتماً خدا بخش دے گا"

امام جعفر صادق علیہ السلام — کا ارشاد ہے۔ ابو طالب "صدیقین" "شہدا" اور "نبیین" کے رفقا میں ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام۔ فرماتے ہیں:۔ اگر ایک پلے میں تمام دنیا کا ایمان رکھا جائے اور دوسرے پلے میں ابو طالب کا ایمان ہو تو بھی پلہ بھاری نکلے گا۔

یہ تمام احادیث طرق صحیح اور اسناد معتبر سے مروی ہیں۔ اب مذہب حضرت ابو طالب بالکل اسکے برعکس نظر آرہا ہے جسکا گمان، صاحبان غرض، ارباب تعصب، اور بے عقل لوگ کرتے ہیں (یعنی معاذ اللہ خیال کفر ابو طالب) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان اسلاف کی تقلید کی ہے جن کو سیاست اموی اور حکومت اموی نے اپنا غلام بنا لیا تھا اور جو دولت کی جھوٹی رونق پر غش تھے۔ اس بحث پر آیندہ گفتگو آئے گی جہاں ہم شک کرنے والوں کے شبہ کا تذکرہ (اسلام ابو طالب کے متعلق) کریں گے۔

"حضرت ابو طالب کا ادبی پایہ"

"فن نظم و نثر"

آپکی نظم و نثر کا کچھ حصہ تو وہ ہے جو ذکر کیا جا چکا اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو گیا اور کچھ حصہ وہ ہے جو آیندہ انشاء اللہ اپنے محل پر لکھا جائیگا جس پر مورخین اسلام نے، وہ گروہ خاصہ ہو یا عامہ،

اتفاق کیا ہے کہ اسکے قائل آپ ہی ہین۔ اسے دیکھکر ناظرین اندازہ کرسکین گے کہ ادبیات مین حضرت ابوطالب کو یدطولیٰ حاصل تھا، اور آپ ہی کے ہاتھ نظم و نثر دونون کا میدان رہا۔ وہ زرین معانی، پر آب و تاب نظم، گرانبہا شعریت، پھر اس پر طرہ شعلہ کے ڈھلاو کا حسن، انکے جدت طرازی اور پھیر طرز ادا۔ (ان مین سے ہر شے بجائے خود دلکش ہے چہ جائیکہ سب)

"حضرت ابوطالب کا اخلاق"

ہماری سمجھ مین یہ بات بخوبی آتی ہو کہ آپکے اخلاق بہت عظیم تھے اور اسکی واضح دلیل یہ ہو کہ آپ قریش کے سردار تھے۔ اور ان کے اجسام و قلوب پر حاکم تھے، اور ظاہر ہے کہ اس حکومت مین اخلاق ہی کا راز پوشیدہ تھا۔ (ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک) اے رسول اگر کہین تم تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ گروہ عرب تمہارے گرد سے منتشر ہو چکا ہوتا۔

اسکے علاوہ اس سے بڑھکر روشن مثال اخلاق ابوطالب کی اور کیا ہو سکتی ہو کہ انھون نے اس شخص کی پیروی کی اور اس شخص کے ہاتھون پر موت کے لئے بیعت کی جو انھین کے گھر مین، انکی اولاد کی طرح پلا تھا اور انھین کے گھر مین اس نے نشو و نما پائی تھی یعنی جناب رسول خدا۔ باوجود اسکے کہ رسول مثل اولاد کے تھے، چھوٹے تھے، مگر ابوطالب کو کبھی ان کا حکم ماننے مین عار نہین ہوا اور نہ یہ خیال آیا کہ وہ مجھ سے چھوٹے ہین، اور رات دن میری امداد کے محتاج، بلکہ آپ ہمیشہ حکم و نہی رسول کی متابعت فرماتے رہے یہان تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا، یہ اس شخص کا حال ہو جو شیخ البطحا اور سید قریش تھا (اب اس سے بڑھکر اخلاق اور کیا ہو سکتا ہو)

اب ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ درحقیقت رسول نے ابوطالب سا کریم، خلیق، ہنسمکھ، پاک اصل، شیرین معاشرت، حامی، مددگار، محافظ، سخی، جواد، خوددار، عزت دار، اور سچا آدمی اس سے پہلے نہ دیکھا تھا پاک ہو وہ خدا جس نے ابوطالب کو مجسمہ خلق اور معدن رحمت بنایا۔

حضرت ابوطالب کے اشعار

اگر ہم ان اشعار سے جن کی نسبت استناد مین اختلاف ہو قطع نظر بھی کرین تو بھی ابوطالب کی

ثبوت شعریت کیلئے وہی اشعار کافی ہین جن پر مورخین کا اتفاق ہے اور جن مین کوئی اختلاف نہین اور نہ الحاق کی نسبت انکی طرف دیجاتی ہے۔

مثلاً آپ کے یہ اشعار۔

خلیلی ما اذنی لاول عاذل بصغواء فی حق ولا عند باطل عہ

میرے دوستون مین ملامت کرنے والے کی کوئی بات سننا نہین جاہتا وہ حق ہو یا باطل

خلیلی ان الرای لیس بشرکۃ ولا نهنہ عند الامور البلادبل

رہ گئی رائے نہ وہ سانجھے کی بات ہو اور نہ اسمین رکاوٹ ہے سخت وقتون مین

ولما رایت القوم لا ود عندهم وقد قطعوا کل العری والوسائل

جب مین نے دیکھ لیا کہ قوم مین محبت کا نام نہین اور انھون نے تمام پھندے اور وسیلے کاٹ ڈالے۔

وقد صارحونا بالعداوۃ والاذی وقد طاوعوا امر العدو المزایل

اور انھون نے کھلم کھلا دشمنی کی اور اذیت دی اور انھون نے دشمن کے کہنے کو مانا۔

وقد حالفوا قوما علینا اظنۃ یعضون غیظا خلفنا بالانامل

ہماری قوم نے اس قوم کو ہمارے خلاف حلیف بنایا جو ہمارے پیچھے غصہ مین اپنی انگلیان دانتون سے کاٹا کرتے ہین

صبرت لهم نفسی بسمراء سمحۃ وابیض عضب من تراث المقاول

نیزہ خون ریز اور شمشیر تیز کیلئے مین نے اپنے نفس کو روک رکھا کہ جو سرداروں کی میراث ہے۔

عہ یہ اشعار آپکے ایک بہت بڑے اور طویل قصیدہ کے اجزا ہین، جو سو شعرون سے بھی زائد ہے اور جسکا تذکرہ مع شرح "لب لباب لسان عرب" مین موجود ہے۔ عبد الملک بن ہشام نے بھی اسکو اپنی سیرت جلد ۱ صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ مصر مین لکھا ہے اور صاحب ناسخ التواریخ نے اسکو نقل کیا ہے۔ الوسی نے بلوغ الارب جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ طبع اول مین بھی اسکے اشعار نقل کئے ہین۔ اس قصیدہ کے بہت سے اشعار شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ و صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ مصر مین بھی ہین۔ علامہ دحلانی نے صفحہ ۱۱ پر اسمین کے بعض اشعار نقل کئے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ قصیدہ مین بہت سے اشعار ایسے ہین جو ابو طالب کے ایمان اور تصدیق رسالت پر دلیل ہین۔ علامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن کثیر نے اس قصیدہ کی مدح مین یہ کہا ہے کہ یہ قصیدہ بجد بلیغ ہے اور کسی شخص مین استطاعت نہین کہ ایسا قصیدہ کہہ سکے مگر وہی جسکی طرف منسوب ہے یعنی ابو طالب۔ ابن کثیر لکھتا ہے کہ قصیدہ معلقات سبع سے بہتر اور تادیہ معنی مین فصیح تر ہے

واحضرت عند البیت رهطی واخوتی — وامسکت من اثوابه بالوصائل

(جب دیکھا) تو مین اپنے کنبے اور بھائیون کو خانہ کعبہ کے پاس لے آیا اور اسکے پردون سے تمسک کیا۔

قیاما معا مستقبلین رتاجه — لدی حیث یقضی خلفه کل نافل

ہم سب در کعبہ کو سامنے رکھکے کھڑے ہوے وہان جہان ہر نافلہ گذار اپنے نافلہ کو ادا کرتا ہے

اعوذ برب الناس من کل طاعن — علینا بسوء او ملح بباطل

مین بدگو اور باطل کوشش کی ملعونون سے خدا کی پناہ مانگتا ہون۔

ومن کاشح یسعی لنا بمعیبة — ومن ملحق فی الدین ما لم نحاول

اور خدا کی پناہ عدو سے مانگتا ہون جو کہ عیب جوئی مین ہر ادنی شخص کی جو دین مین ہماری طرف وہ باتین منسوب کرتا ہو جسکا ہمنے ارادہ نہین کیا۔

کذبتم وبیت الله نبزی محمدا — ولما نطاعن دونه ونناضل

تمنے جھوٹ کہا کعبہ کی قسم کہ ہم رسول کو چھوڑ رہے ہین حالانکہ ہم نے ابھی انکے لئے جنگ نہین کی

وننصره حتی نصرع دونه — ونذهل عن ابناءنا والحلائل

ہم رسول کی مدد آخر وقت تک کئے جائینگے اور اسوقت تک جب ہم اپنے بیٹون اور عورتون کو بھول جائین (یعنی تک)

وحتی نری ذا الردع یرکب ردعه — من الطعن فعل الانکب المتحامل

یہانتک کہ کینہ ور کو ہم دیکھین کہ نیزے سے منھ کے بل اسطرح گرا جیسے کنارے پر چلنے والا

وینهض قوم بالحدید الیکم — نهوض الروایا من طریق جلاجل

تلوارین لیکے تمھاری طرف لوگ اس طرح بڑھین گے جیسے آب بردار مقام جلاجل سے پانی لاتے ہین

وانا وبیت الله من جد جدنا — لتلتبسن اسیافنا بالاماثل

ہم تو کعبہ کی قسم یہی جانتے ہین کہ اپنی تلوارے منتخب لوگون کو قتل کرین

بکفی فتی مثل الشهاب سمیدع — اخی ثقة عند الحفیظة باسل

جوان کے ہاتھ مین ہوگی جو سردار قوم ہے اور تیر شہاب کی طرح ہے قابل وثوق ہے اور وقت جنگ بہادر

وما ترک قوم لا ابا لک سیدا — یحوط الذمار غیر ذرب مواکل

جب ایسا ہے تو کوئی قوم ایسے سید کو کاہیکو چھوڑیگی جو بہادر حامی اور محافظ ہوگا اور جسمین اتنے صفات ہون گے

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ — ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

سپید رنگ سردار جس کے چہرے سے ابر برسایا جاتا ہے جو یتیموں کا فریادرس اور بیوؤں کا محافظ ہے

یلوذ بہ الھلاک من آل ہاشم — فھم عندہ من نعمۃ وفواضل

وہ ذات جس کے سایہ میں بنی ہاشم کے مجبور لوگ پناہ لیتے ہیں اور نعمتیں پاتے ہیں۔

ومیزان صدق لا یخیس شعیرۃ — ووزان صدق وزنہ غیر غافل

وہ ذات جو سچائی کی ترازو اور تول میں جو بھر کمی نہیں کرتا اور سچا تولنے والا ہے

الم تعلموا ان ابننا لا مکذب — لدینا ولا نعبا بقول الاباطل

تمھیں معلوم نہیں کہ ہمارا بیٹا (احمدؐ) جھوٹا نہیں اور ہم یاوہ گو لوگوں کی باتوں کی پروا بھی نہیں کرتے۔

لعمری لقد کلفت وجدا باحمد — واحببتہ حب الحبیب المواصل

اپنی عمر کی قسم (احمدؐ) کے بارے میں بڑی تکلیفیں جھیلیں اور میں انھیں چاہتا ہوں اور حبیب مواصل کی طرح ان سے محبت کرتا ہوں

فلا زال فی الدنیا جمالا لاھلھا — وشینا لما عادی وزین المحافل

اے رسول تم ہمیشہ جمال اہل دنیا زینت محافل اور دشمنوں کے لئے مضرت ہو۔

وایدہ رب العباد بنصرہ — واظھر دینا حقہ غیر باطل

خدا نے رسول کی مدد کی اور اسکے دین حق کو جو باطل نہ تھا ظاہر فرمایا

یوں ہی آپکی وہ نظم ہے جو آپنے اس وقت فرمائی تھی جب قریش نے نبی اور بنی ہاشم سے مقاطعہ کیا تھا اور عہد نامہ اسبارے میں لکھکر دستخط کئے تھے۔ جسکے اشعار یہ ہیں۔

علی ابلغا عنی علی ذات بیننا — لویا وخصا من لوی بنی کعب ع۵

میرے دوستو اگرچہ عداوت درمیان میں ہے مگر میرا پیغام لوی اور لوی میں خاصکر بنی کعب کو پہنچا دو

الم تعلموا انا وجدنا محمدا — نبیا کموسی خط فی اول الکتب

کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم نے محمدؐ کو اسطرح نبی پایا جیسے کہ جناب موسیٰ تھے جن کی بابت کتب سلف میں ذکر ہے

ع۵ یہ اشعار سیرۃ ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۲۱۵ طبع ثانی میں اور شرح حدیدی ج ۳ صفحہ ۳۱۲ پر موجود ہیں۔

وان علیہ فی العباد محبۃ ولا حیف فیمن خصہ اللہ بالحب

تمام بندوں میں (محمد) کی محبت دل میں ہے۔ اور اگر اللہ کسیکو محبت کو مخصوص کرے تو اسمیں افسوس کیا۔

وان الذی رقشتم فی کتابکم یکون لکم یوما کراغیۃ السقب

جو کچھ تم نے اپنے عہدنامہ میں لکھا ہے تو تمہارے لئے غیر مفید ثابت ہوگا۔

افیقوا افیقوا قبل ان یحفر الثریٰ ویصبح من لم یجن ذنبا کذی ذنب

ہوش میں آؤ ہوش میں آؤ قبل اسکے موقعہ آئے اور غیر مجرم مجرم قرار دیا جائے

ولا تتبعوا امر الغواۃ وتقطعوا اواصرنا بعد المودۃ والقرب

دیکھو! گمراہوں کا اتباع نہ کرو اور ہمارے تعلقات بعد محبت و قرابت قطع نہ کرو۔

وتستجلبوا حربا عوانا وربما امر علی من ذاقہ حلب الحرب

جنگ کو ابھارو نہیں کیونکہ اکثر اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے

فلسنا ورب البیت نسلم احمدا لعزاء من عض الزمان ولا کرب

خدائے کعبہ کی قسم ہم (احمد) رسول کو سختیوں کے حوالہ نہ کرینگے چاہے زمانہ تکلیف دہ اور ایذا رسان ہو

ولما تبن منکم ومنا سوالف واید اترت بالقساسیۃ الشہب

اور ہم میں تم میں تو اس سے پہلے ایسی باتیں نہیں ہوئیں کہ ہاتھوں میں چمکدار تلواریں کھینچ لیجائیں

بمعترک ضنک تری قصد القنا بہ والضباع العرج تعکف کالشرب

اس میدان تنگ جنگ میں جہاں نیزہ بازی ہوتی ہو اور بجو بھیڑئے اونٹوں کی طرح جمع ہوتے ہیں

کان مجال الخیل فی حجراتہ وغمغمۃ الابطال معرکۃ الحرب

بہادروں کے ہمہمے اور گھوڑوں کی دوڑ مقامات حرب میں اسی کا نام معرکہ ہے۔

ع۵ علامہ مجلسیؒ کتاب اپنی میں صفحہ ایران اشعار کو لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے یہ قصیدہ ابوطالب کا ہے جو اسوقت کہا گیا جب قریش نے بنی ہاشم کا محاصرہ شعب میں کیا تھا۔ یہ قصیدہ غرائے بلیغ اسبات پر دلیل ہے کہ ابوطالب کو بیحد محبت رسول سے تھی، یہ کہ ابوطالبؑ نے بے انتہا حمایت رسول کی اور یہ کہ آپنے رسول سے دشمنوں کو دفع کیا۔ اور یہ کہ تصدیق نبوت فرمائی۔

الیس ابونا هاشم شد ازره ... واوصی بنیه بالطعان وبالضرب

کیا ہمارے باپ ہاشم نے کمر شجاعت چست نہین باندھی تھی اور کیا انھون نے اپنی بیٹون کو نیزہ بازی و تیغ زنی کی وصیت نہین کی تھی ؟

ولسنا نمل الحرب حتی تملنا ... ولا نشتکی ما قد ینوب من النکب

ہم جنگ سے تھکتے نہین اور نہ جنگ کی سختیون کی شکایت کرتے ہین

ولکننا اهل الحفائظ والنهی ... اذا طار ارواح الکماة من الرعب

لیکن ہم صاحبان حفیظہ اور ارباب عقل ہین (ہم ثابت قدم رہتے ہین) جب بہادرونکی روحین میدان جنگ مین رعب سے پرواز کرتی ہین۔

ایضاً

والله لن یصلوا الیک بجمعهم ... حتی اوسد فی التراب دفینا[ع]

خدا کی قسم اے رسول قریش اپنے جتھے سمیت تم تک نہین پہونچ سکتے جبتک مین خاک مین نہ ملجاؤن۔

فاصدع بامرک ما علیک غضاضة ... وابشر بذاک وقر منک عیونا

جو کچھ تم کو خدا کا حکم ہے اسے ظاہر کرو ... اور اس سے خوش ہو اور اپنی آنکھین خنک رکھو

ودعوتنی وعلمت انک صادق ... ولقد صدقت وکنت ثم امینا

اے رسول تو نے مجھے دعوت اسلام دی اور مین تو سچا تھا، اور تو صادق بھی ہے اور امین بھی۔

ولقد علمت بان دین محمد ... من خیر ادیان البریة دینا

مین نے جان لیا ہے کہ دین محمدؐ بہترین ادیان ہے اور بہترین مذاہب عالم

ع ان ابیات کو دحلانی نے اپنی کتاب اسنی مین صفہ ۱۲ پر لکھا ہے اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے اور تحریر کیا ہے کہ اس بات پر کہ یہ حضرت ابو طالب ہی کے اشعار ہین، مقاتل، عبداللہ بن عباس، قاسم بن مخیرہ اور عطا بن دینار نے اتفاق کیا ہے۔ ابوالفدا نے اسکی تائید کرتے ہوے اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۲ جلد (۱) پر یہ اشعار درج کئے ہین اور ان مین ایک شعر کا اور اضافہ کیا ہے اور یہ عبارت لکھی ہے۔ (مفہوم عبارت)

"ابو طالب کے اشعار مین جو آپ کی دلیل ہین کہ آپنے نبوت کی تصدیق کی جیسا کہ آپکا قول شاہد ہے۔ ودعوتنی وعلمت انک صادق"

سیرۃ حلبیہ جلد (۱) صفحہ ۲۰۸ مین بھی یہ اشعار ہین۔

ایضًا

اذا اجتمعت یوما قریش لمفخر ــــ فعبد مناف سرها وصمیمها [۵]

اگر کسی دن قریش مقام فخر و افتخار مین جمع ہون تو عبد مناف فقط بے عیب ثابت ہونگے

وان حصلت انساب عبد منافها ــــ ففی هاشم اشرافها وقدیمها

جب انساب عبد مناف کا تذکرہ ہو گا تو بنی ہاشم مین اشراف و قدیم کا شمار ہوگا

وان فخرت یوما فان محمدا ــــ هو المصطفیٰ من سرها وکریمها

اور اگر وہ کبھی فخر کرین تو محمد مصطفےٰ جو کریم ترین قریش ہین، کی ذات پر فخر کر سکتے ہین۔ جو بزرگترین و کریم ہین

تداعت قریش غثها وسمینها ــــ علینا فلم تظفر وطاشت حلومها

ہم پر قریش نے اچھے برے سبھی دعوے کئے مگر انھین ظفر نہ نصیب ہوئی اور انکی عقلین تباہ گئین۔

وکنا قدیما لا نقر ظلامة ــــ اذا ما ثنوا صعر الخدود نقیمها

ہم تو پہلے ہی سے ظلم نہین سہ سکتے تھے (لہذا) جب وہ ٹیڑھے ہو کے چلے (متکبرانہ انداز مین) تو ہم نے انکو سیدھا کر دیا۔

ونحمی حماها کل یوم کریهة ــــ ونضرب عن احجارها من یرومها

ہم روز جنگ اسکی حفاظت کرتے ہین اور دشمن سے جنگ کرتے ہین

بنا انتعش العود الذواء وانما ــــ باکنافنا تندی وتنمی ارومها

ہمین وہ ہین جسکے سبب سے خشک شاخ سرسبز ہو جاتی ہے اور ہماری ہی طرف مین اسکی جڑ سبز ہوتی ہے اور پھیلتی ہے

حضرت ابو طالب کے یہ اشعار اسوقت کے ہین جب آپ ابو لہب کو نصرت رسول پر برانگیختہ کرنا چاہتے تھے۔

وان امرأ ابو عتیبة عمه ــــ لفی معزل من ان یسام المظالما [۵]

وہ شخص جسکا چچا ابو لہب ہے یعنی رسول وہ ایسے مقام مین ہے کہ اسپر ظلم نہین کیا جا سکتا

ع۵ سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ طبع ۲ مین یہ اشعار ہین اور علامہ حلانی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابو طالب کے بہترین، نمایان اور روشن اشعار ہین کہ یہ اشعار ہین جو تصدیق نبوت پر دلیل ہین۔ ع۵ شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ شرح جدید جلد ۲ صفحہ ۳۷

ولا تقبلن الدھر ما عشت خطۃ تسب بہا اما ھبطت المواسما

جب تک جیو ایسی خصلت نہ قبول کرو جسکی وجہ سے تم پر عرب کے میلوں میں گالیاں پڑیں

اقول لہ واین منہ نصیحتی ابا عتبہ ثبت سوادک قائما

میں ابولہب کو نصیحت کرتا ہوں اور میری نصیحت کو وہ کیا مانے گا کہ اے ابولہب رسول کی مدد کر

ودل سبیل العجز غیرک منہم فانک لم تخلق علی العجز لازما

اور عاجزی دوسروں کے لئے رہنے دے کیونکہ تو عاجز نہیں پیدا کیا گیا۔

وحارب فان الحرب نصف ولن تری اخا الحرب یعطی الخسف حتی یسالما

اور لڑ کیونکہ یہی انصاف ہے اور جنگجو جب تک صلح نہ کرے ذلیل نہیں ہوتا

کذبتم وبیت اللہ نبزی محمداً ولما تروا یوماً من الشعب قائما

تم نے جھوٹ کہا کہ ہمنے رسول کو چھوڑ دیا کس دن رسول کو شعب سے اٹھتے ہوئے دیکھا تھا؟

عہ
ان علیا وجعفر ا ثقتی (ایضاً) عند ملم الزمان والنوب

مصیبت اور ناموافقت زمانہ کے وقت میرے معتمد (میرے دونوں لڑکے) علیؑ و جعفرؑ ہیں

لا تخذلا وانصرا ابن عمکما اخی لامی من بینہم وابی

اے علی و جعفر دیکھو اپنے بھائی رسول کی مدد کئے جانا اور ان کو تنہا نہ چھوڑنا۔

واللہ لا اخذل النبی ولا یخذلہ من بنی ذو حسب

خدا کی قسم نہ میں ترک نصرت رسول کروں گا اور نہ میرے شریف اور صاحب حسب بچے ترک نصرت کریں گے۔

ایضاً

عہ
فلا تسفھوا احلامکم فی محمد ولا تتبعوا امر الغواۃ الاشائم

(قریش والو) رسول کے معاملہ میں بیوقوف نہ بنو اور منحوس گمراہوں کا اتباع نہ کرو۔

تمنیتمو ان تقتلوہ وانما امانیکم ھذی کاحلام نائم

تم نے یہ تمنا کی کہ تم رسول کو قتل کر ڈالو گے یہ تمہاری تمنائیں سونے والے کا خواب تھیں۔

عہ شرح نہج حدیدی جلد ۳ صفحہ ۳۱۴ عہ شرح نہج حدیدی جلد ۳ صفحہ ۳۱۳

وانکم واللہ لا تقتلونہ — ولما تروا قطف اللحی والجماجم

خدا کی قسم تم انھیں قتل نہیں کر سکتے جب تک جنگ کے سر اور جبڑے کی ہڈی نہ ٹوٹے

زعمتم بانا مسلمون محمدا — ولما نقاذف دونہ ونزاحم

تم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم محمد کو بغیر لڑے بھڑے تمھارے سپرد کر دیں گے۔

من القوم مفضال ابی علی العدی — تمکن فی الفرعین من آل هاشم

قوم میں صاحب فضل وہ لوگ ہیں جو دشمنوں کے حملے نہیں سہہ سکتے اور جو ماں باپ دونوں طرف سے خاندان ہاشم میں ہیں

امین حبیب فی العباد مسوم — بخاتم رب قاهر فی الخواتم

محمد امین وحبیب بندوں میں ہیں، اور مہر خداوندی سے پہچانے ہوئے ہیں

یری الناس برهان علیه وهیبة — وما جاهل فی قومه مثل عالم

لوگ رسول میں دلائل نبوت اور ہیبت رسالت دیکھتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ عالم و جاہل برابر نہیں ہوتے

نبی اتاه الوحی من عند ربه — ومن قال لا یقرع بها سن نادم

یہ وہ نبی ہیں جن پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔۔ اور جو انھیں رسول نہ مانے گا وہ نادم ہوگا

ایضاً

وقالوا لاحمد انت امرء — خلوف الحدیث ضعیف السبب

قریش نے رسول سے کہا کہ تم وہ آدمی ہو جسکی باتیں ٹھیک نہیں اور کمزور وضعیف ہیں۔

وان کان احمد قد جاءهم — بصدق ولم یاتهم بالکذب

اگرچہ احمد نے جو کچھ انسے کہا وہ سب سچ تھا اور اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہ تھا

فانا ومن حج من راکب — وکعبة مکة ذات الحجب

ہم کہتے ہیں، کہ حجاج بہت اور کعبہ کی قسم

تنالون احمد او تصطلوا — ظباة الرماح وحد القضب

وہ رسول کو مجھ سے نہیں لے سکتے جب تک تلوار کی آنچ میں تاب نہ لیں۔

وتعترفوا بین ابیاتکم صدور العوالی وخیلا شزب

یہانتک کہ تم اپنے مقامات پر طویل نیزون اور سریع السیر گھوڑون کو پہچانو گے

علیها صنادید من هاشم هم الانجبون فی المنتجب

جن پر نجیب و شریف سرداران بنی ہاشم سوار ہون گے

حضرت ابوطالب کی ادبیت نثر

بہت سی چیزین آپکی کلام مین سے گذرین اب یہان ہم اس وصیت کا تذکرہ کرتے ہین جسکو بہت سے مورخین، مثلاً آلوسی صاحب بلوغ الارب[1]، دیار بکری صاحب تاریخ خمیس[2]، دحلانی، اور حلبی نے لکھا ہے تاکہ آپ کی ادبیت نثر پر روشنی پڑے۔

"صاحب بلوغ الارب کی تحریر کا خلاصہ"

ہشام بن محمد بن سائب کلبی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات قریب ہوئی تو آپنے سرداران قریش کو جمع کیا اور ان کو وصیت کی، اور کہا۔

اے گروہ قریش تم صفوۃ خدا خلق مین ہو اور تم عرب کے دل ہو، تمھین مین وہ سردار ہے جسکی اطاعت کیجاتی ہے اور تمھین مین سے وہ شجاع و بہادر ہے جو آگے بڑھتا ہے اور سخی ہو، تم جان لو کہ عرب کیلئے ماثر مین کوئی ایسا حصہ نہ تھا جسکو تم نے حاصل نہ کیا ہو اور نہ کوئی ایسا شرف جسکو تم نے پا نہ لیا ہو۔ اسی حیثیت سے لوگون پر فضیلت ہے، اور یہی فضیلت ان کیلئے تمھاری طرف ذریعہ ہے تم سے لوگ لڑتے ہین اور تمھاری جنگ پر متفق ہین۔ سنو! مین تمھین

یا معشر قریش انتم صفوۃ اللّٰہ من خلقہ وقلب العرب فیکم السید المطاع وفیکم المقدام الشجاع الواسع الباع واعلموا انکم لم تترکوا للعرب فی الماثر نصیبا الا احرزتموہ ولا شرفا الا ادرکتموہ، فلکم بذلک علی الناس الفضیلۃ، ولھم بہ الیکم الوسیلۃ والناس لکم حرب وعلی حربکم الب وانی اوصیکم بتعظیم ھذہ البنیۃ۔

---

(۱) ج ا صفحہ ۳۲۷ و صفحہ ۳۲۸ طبع ثانی (۲) ج ا صفحہ ۳۴۹ طبع اولی (۳) اسنی (۴) ج ا صفحہ ۳۵۲ طبع مصر

یعنی الکعبۃ۔ فان فیھا مرضاۃ للرب
و قواما للمعاش، صلوا ارحامکم فان
فی صلۃ الرحم منساۃ فی الاجل وزیادۃ
فی العدد، اترکوا البغی والعقوق
ففیھما ھلکت القرون قبلکم، اجیبوا
الداعی، واعطوا السائل فان فیھما
شرف الحیاۃ والمماۃ وعلیکم بصدق
الحدیث واداء الامانۃ فان فیھما
محبۃ فی الخاص ومکرمۃ فی العام
وانی اوصیکم بمحمد خیرا فانہ الامین
فی قریش والصدیق فی العرب وھو
الجامع لکل ما اوصیکم بہ، وقد جاءنا
بامر قبلہ الجنان، وانکرہ اللسان
مخافۃ الشنان، وایم اللہ کانی انظر
الی صعالیک العرب واھل الاطراف
والمستضعفین من الناس قد اجابوا
دعوتہ وصدقوا کلمتہ وعظموا
امرہ فخاض بھم غمرات الموت
وصارت رؤساء قریش وصنادیدھا
اذنابا ودورھا خرابا وضعفاؤھا
اربابا واذا اعظمھم علیہ احوجھم الیہ

اس گھر (کعبہ) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ
اسمیں خدا کی رضا ہے اور قوام معاش ہے صلہ
رحم کرتے رہو کیونکہ صلہ رحم سے عمر میں زیادہ
ہوتی ہیں اور افراد میں زیادتی ہوتی ہے،
بغاوت، اور نافرمانی چھوڑو کیونکہ انکی وجہ سے قومیں
ہلاک ہو چکی ہیں۔ مظلوم کی فریاد کو پہونچو اور سائل کو
دو کیونکہ زندگی و موت کا شرف اسی میں ہے ہمیشہ
سچ بولو، اور امانت داری کرو کیونکہ اس سے
خاص طبقہ کو محبت اور عوام میں وقعت ہوتی
ہے۔ اور میں تمھیں محمد کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت
کرتا ہوں کیونکہ یہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق
ہیں، اور جن چیزوں کی وصیت میں نے تم سے کی ہے
وہ صفات ان میں ہیں، وہ ایسی بات لیکے آئے ہیں
جس کا دل مقر ہے اور زبان منکر ہے خوف عداوت
سے، اور خدا کی قسم گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے
فقرا، اور اردگرد کے رہنے والے اور کمزور لوگوں نے
محمد کی دعوت پر لبیک کہی اور انکی بات کی تصدیق
کی اور ان کے امر کی تعظیم کی انکے ہمراہ وہ (محمد)
موت کے دریا میں اتر پڑے اور قریش کے رئیس
اور بڑے بڑے لوگ حقیر ہو گئے۔ ان کے گھر برباد
ہو گئے اور انکے کمزور و ناتوان۔ توانا اور مالک

قد محضت العرب ودادها واصفت لہ
بلادها واعطتہ قیادها یا معشر
قریش کونوالہ ولاۃ ولحزبہ حماۃ
واللہ لا یسلك احد سبیلہ الا رشد
ولا یاخذ احد بھدیہ الا سعد
ولوکان لنفسی مدۃ وفی اجلی
تاخیر لکففت عنہ الھزاھز ولدفعت
عنہ الدواھی۔

بن گئے، اور اسوقت بزرگتر مملکت نظر آیا۔
عرب نے اس کیلئے اپنی خالص محبت وقف کردی اور
شہر اسکے لئے منقاد ہوگئے اور اسکی سرداری منظور کرلی
اے معشر قریش تم بھی اسکے چاہنے والوں میں ہوجاؤ
اور اسکے جتھے کے مددگار رہوگے، خدا کی قسم جو اسکے
بتائے ہوئے رستہ پر چلیگا گمراہ نہوگا اور جو اسکی ہدایت پر
عمل کریگا نیکبخت ہوگا۔ اگر میں اور جیتا اور مرنے میں
دیر ہوتی تو میں اسکی مدد کرتا اور اس سے حملوں کو
روکتا، اور اسکو مصائب سے بچاتا۔

یہ وہ وصیت تھی جو بلوغ الارب میں لکھی گئی اور روضۃ الواعظین میں اتنا جملہ اور زیادہ ہے
غیرانی اشھد شہادۃ وعظم مقالتہٗ۔ (مگر یہ کہ میں اسکی شہادت نبوت کے گواہی دیتا ہوں
اور اسکے قول کی تعظیم کرتا ہوں۔)

تاریخ وفات جناب ابو طالب

ہم قطعی اور یقینی طور سے سنہ وفات جناب ابو طالب نہیں معین کرسکتے کیونکہ روایات مختلف ہیں البتہ
اقوال کی اکثریت کو دیکھتے ہوئے ہم اقلیت کے مقابلہ میں کثرت روایات کے اعتبار سے ترجیح نکال سکتے
ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی وفات حضرت آیات سنہ ۱۰ بعثت میں ہوئی اور اکثر مورخین نے بھی
قول اختیار کیا ہے۔

"سیرۃ الحلبیۃ" ——— "آپ کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل اور بعثت کے دس برس گذرنے
کے بعد ہوا۔"

"تاریخ ابوالفدا" ——— "آپ کی وفات بعثت کے دسویں سال ہوئی۔"

"بلوغ الارب" ـــــ واقدی نے کہا کہ ابو طالب کا انتقال نصف شوال ۱۰ بعثت میں ہوا اور آپ کی عمر اسّی برس سے کچھ زیادہ تھی"۔

"صاحب خمیس" ـــــ "سیرت یعمریہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت ابو طالب کی وفات بعثت کے دسویں برس ہوئی"۔

"کامل بن اثیر" ـــــ جناب ابو طالب اور جناب خدیجہ کا انتقال، محاصرۂ شعب سے نکلنے کے بعد ہجرت سے تین سال پہلے ہوا۔ جناب ابو طالب کی وفات شوال یا ذی قعدہ میں ہوئی آپ کی عمر اسّی برس سے کچھ زیادہ تھی۔

"سیرت ابن ہشام" ـــــ آپ کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی"۔

"بحار" ـــــ نبوت کے دسویں برس ابو طالب کا انتقال ہوا"۔

"قصص راوندی" ـــــ ابو طالب کا انتقال بعثت کے دسویں برس آخر سال میں ہوا"۔

"طبری" ـــــ ابو طالب و خدیجہ دونوں کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل ہوا"۔

"طبقات ابن سعد" ـــــ حضرت ابو طالب کا انتقال بعثت کے دسویں سال ہوا۔

یہ تو اکثر مورخین کے اقوال تھے۔ اب رہ گئے وہ اقوال جو کم ہیں اور وہ گروہ ہے جو اقلین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سو انکے اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے بعثت کے ۹ سنہ و ۱۰ سنہ کے مابین وفات بتائی ہے اور بعض ۸ سنہ بعثت میں قائل ہوئے ہیں اور ایک قول ۱۱ سنہ کا بھی ملتا ہے۔

دحلانی نے اپنی سیرت میں یہ لکھا ہے کہ ابو طالب کی وفات بعثت کے نویں یا دسویں برس ہوئی اور ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ ۸ سنہ بعثت میں آپ کی وفات ہوئی اور بعثت کے دسویں برس کے قائل ہیں۔

قول اقلین کے اختلافات کو دیکھتے ہوئے اور اکثرین کے اتفاق پر نظر کرتے ہوئے یہی مرجح ہے کہ ۱۰ سنہ بعثت سنِ انتقال ہو۔

موت ابو طالب پر رسولؐ کا غم

حضرت ابو طالب کی موت کا اثر اگرچہ تمام قبائل قریش میں عام تھا اور ہر شخص اس واقعہ سے متاثر تھا۔ مگر بنی عبد المطلب آل ابو طالب اور آل ہاشم میں خاص طور پر اس سانحہ کا اثر تھا خصوصاً جناب رسالتمآبؐ کے قلب پر جو صدمہ آپ کے اٹھ جانے کا تھا وہ ناقابل بیان ہے۔

بات یہ ہے کہ رسولؐ کی وابستگی ابو طالب سے دو طرح سے تھی، ایک تو وہ محبتانہ رشتہ جو فطرتاً تھا دوسرا وہ سیاسی تعلق اور یہ دونوں ابو طالب کی ذات سے وابستہ اور آپ کی ذات پر منحصر تھے آپ کے مرجانے سے رسولؐ نے ایک پدر مہربان کو کھو دیا اور اس ذات کو کھو بیٹھے جو تمام آپ کی مہمات میں مشیر کار تھی، گویا آپ کے مرنے کے ساتھ ہی ساتھ رسولؐ کی تمام امیدیں دفن ہو گئیں۔

خصوصیت اول یعنی "محبت" میں تو اور بھی شریک ہو سکتے ہیں مگر اس دوسری سیاسی خصوصیت میں رسولؐ منفرد تھا کیونکہ اگرچہ آل عبد مناف کا تاثر ابو طالب کے مرنے پر رسولؐ سے خاندانی محبت کے اعتبار سے مشارک تھا مگر دوسری خصوصیت میں یہ لوگ شریک نہ تھے جن دونوں خصوصیات کے اعتبار سے ابو طالب مدد رسولؐ کیلئے اٹھے اسکا کیا کہنا۔

جناب رسالتمآب ابو طالب کی محبت، نصیحت، اعزاز اور اختصاص نصرت کے اعتبار سے ممتاز تھے، کتنے ایسے مقامات آئے کہ جن میں ابو طالب نے رسولؐ کیلئے جہاد کیا اور بہادری دکھائی اور کتنی دفعہ صرف رسولؐ کیلئے قریش کو غضبناک بنایا۔

ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے آپ رسولؐ کیلئے ایک ایسے پدر شفیق و مہربان تھے جو رسولؐ پر تن من دھن ہر اعتبار سے فدا تھا، یہی نہیں بلکہ اس فدا ہونے میں ابو طالب کی آنکھیں ٹھنڈی اور کلیجہ ٹھنڈا ہوتا تھا، اور اسکو آپ بہترین نفع تجارت اور بہترین ظفر سمجھتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ آپ کی موت سے رسولؐ منجی اعظم پر کوہ مصیبت ٹوٹ پڑا اور آپ کے غم و مصیبت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

کیا ایسی صورت میں، رسول کا غم و ہم کے ساتھ متعدد مقامات پر قیام اور ابو طالب ایسے چچا کے لئے ایسے خلیق و کریم رسول کا بزم ماتم بپا کرنا کوئی مستبعد شے خیال کی جا سکتی ہے، نہیں نہیں بلکہ فریضۂ اخلاقی یہی تھا اور ابو طالب کا حق احسان اور شکر واجب یوں ہی ادا کیا جا سکتا تھا۔

ہاں ہاں، متعدد مقامات پر رسول نے اپنے چچا پر گریہ و زاری اور ماتم کیا، آپ ان کے احسانات، انکی شفقتیں یاد کرتے تھے اور روتے تھے۔

منجملہ ان کے ایک وہ مقام تھا جب حضرت ابو طالب کو کفن دیا جا چکا تھا تو اسوقت رسول پر غم کے الفاظ اپنی زبان پر جاری کر رہا تھا ——:

"اے چچا! آپنے میری کفالت یتیمی میں کی، اور میری پرورش بچپنے میں کی۔ اور میری مددجوانی میں کی، خدا آپ کو اے چچا بہترین اجر اور بہترین جزا دے"۔

ایک دوسرے مقام پر اسوقت جبکہ ابو طالب کا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا۔: اور امیر المومنین علی علیہ السلام غسل و کفن و حنوط سے بحکم نبی فارغ ہو چکے تھے عہ —— : رسول آگے بڑھتے ہیں کر تشییع جنازہ کریں اور جنازہ کے سامنے کھڑے ہو کر بصد حزن و ملال فرماتے ہیں۔:

"اے چچا! عہ آپنے صلہ رحم کا حق ادا کر دیا، خدا آپ کو جزائے خیر دے، آپنے مجھے بچپنے کر بالا میری کفالت کی، اور جب میں بڑا ہوا تو آپنے میری نصرت و مدد کی"۔

ایک تیسری جگہ جب رسول نے اپنے چچا ابو طالب کو لحد میں اتارا تو آپ روئے اور فرمایا۔

"ارے عہ میرا باپ! اے ابو طالب ہائے افسوس اے چچا مجھے کیونکر صبر آ سکتا ہے اے وہ ذات

عہ اسنی المطالب کے صفحہ ۲۴ پر ہے کہ صحیح سے وہ روایت ہے جسکو ابن سعد و ابن عساکر نے علیؑ سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جب رسول کو ابو طالب کے مرنے کی خبر دی تو رسول رونے لگے اور مجھے فرمایا کہ جاؤ اور انکو غسل و کفن دو اور صحیفہ میں بھی یہی روایت بعینہٖ درج ہے۔ اور سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ اس حدیث کی روایت ابو داؤد و نسائی، ابن جارود اور ابن خزیمہ نے علی سے کی ہے اور یہ پورا واقعہ سیرۃ میں ہے۔ عہ جناب مجلسی نے جناب مفید سے نقل کیا ہے اور اصابہ جلد ۷، صـ ۱۱۲ مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ میں ابن حجر نے اس واقعہ کو تھوڑے سے تصرف و اختصار کیا تھ لکھا ہے۔ عہ کتاب مولد امیر المومنینؑ میں بکری نے روایت کی ہے۔

جس نے میری پرورش بچپنے میں کی اور میری دعوت پر لبیک کہی مجھے آپ اپنی مردمک چشم اور اپنی روح سمجھتے تھے۔"

رسول کے یہ کلمات وقت غم درحقیقت جوامع الکلم سے ہیں جن کے بعد بڑے بڑے جملے اور طویل عبارتوں کی ضرورت نہیں آپنے ان چار فقروں سے حیات ابو طالب، انکی عنایت و مہر و محبت پر روشنی ڈالی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں، کفلت[۱] آپنے میری کفالت کی ربیت[۲] آپنے میری پرورش کی اجبیت[۳] آپنے میری دعوت پر لبیک کہی نصرت[۴] آپنے میری نصرت و مدد کی۔

ان تمام باتوں کے بعد اگر آپ رسول کے اس جملے پر نظر کریں جسکا مفہوم یہ ہے ——— کہ میرا رتبہ آپ کی نگاہوں میں (اے ابو طالب) ویسا تھا جیسے آنکھ کا مرتبہ حلقۂ چشم کے اعتبار سے اور روح کی منزلت جسد کے اعتبار سے (یعنی میں آپ کی روشنی چشم اور بمنزلہ روح تھا) —— تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ابو طالب کی حفاظت اور نصرت کس حد کی تھی اور کسقدر ابو طالب نے اپنی جان رسول کے لئے کھپائی۔

درحقیقت اگر حضرت ابو طالب کے ذکر سے زبان تاریخ خاموش بھی ہوتی تو ہمیں رسول کے دہن کے نکلے ہوئے یہی چار مختصر فقرے جنکا ذکر ہوا کافی تھے، اور یہی چاروں مختصر جملے ابو طالب کے حالات مبہم کی تفصیل منفصل و تشریح مشرح ہیں۔

ابو طالب کی یاد اور رسول

یہی وہ چند مواقع نہ تھے جہاں رسول کو ابو طالب یاد آئے بلکہ آپ زندگی بھر ابو طالب کو یاد کرتے رہے اور مدۃ العمر آپکے شکر گزار رہے تفصیل ذکر آئندہ آئے گی مگر اس مقام پر صرف ایک واقعہ شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۳ صہ ۳۰۶ سے لکھا جاتا ہے۔

واقعہ اعرابی اور دعائے رسول

ایک سال جب قحط پڑ چکا تھا اور خشک سالی شدید تھی تو ایک اعرابی خدمت رسول میں حاضر ہوا

اور اسنے عرض کی کہ اے رسول اللہ اب تو قحط کی شدت سے کوئی چیز باقی نہین رہی نہ تو کوئی دودھ پیتا ہوا بچہ اور نہ کوئی ایسا جانور جسکا دودھ دوہا جائے۔

اسکے بعد چند اشعار پڑھے جنکا مفہوم یہ تھا۔

"اے رسول ہم آپکے پاس اسوقت آئے ہین جب قحط کی سختی سے ماؤن کے دودھ خشک ہو گئے ہین اور کنواریان مصیبت مین ہین اور جوانمرد بھوک کے مارے ہاتھ پاؤن ڈالے ہوے بیکار پڑے ہین۔

اب تو ہمارے پاس کھانیوالی چیزون مین سے کچھ باقی نہین بجز اندرائن کے پھل کے جو بیحد کڑوا ہوتا ہی اور ہم بھاگ کے جائین تو کہان جائین بجز اسکے کہ رسولون تک آئین اور پناہ لین"۔

یہ سنکر جناب رسالتمآب اٹھے اور اپنی ردا کو کھینچتے ہوے منبر پر تشریف لیگئے، حمد و ثنائے خدا کی اور دعا کی کہ اے پروردگار تو ہمین ابر خوشگوار سے سیراب فرما جو بار بار رحم کے برسے جس سے زمین زندہ ہو جائے اور کونپلین پھوٹ نکلین کھیتی ہری ہو جائے اور تھنون مین دودھ آجائے، وہ چھینٹا ہمارے لئے نافع ہو اور برس کے نکل جائے نہ یہ کہ ٹھہرنے والا ہو۔

دعا کے بعد رسول کا ہاتھ سینہ تک نیچا بھی نہوا تھا کہ پانی موسلا دھار پڑنے لگا، اور لوگون نے سیلاب اور غرق ہو جانے کی شکایت شروع کی رسول نے پھر دعا فرمائی یہانتک کہ ابر کھل گیا اور فضائے مدینہ صاف ہو گئی اور مدینہ کے گرد ابر نے ایک حلقہ باندھ لیا جیسے تاج ہوتا ہی۔ یہ دیکھکر رسول ہنس دئے اور بہت ہنسے۔ پھر فرمایا، کیا کہنا ابو طالب کا اگر وہ زندہ ہوتے تو اسوقت انکی آنکھین خنک ہو جاتین۔ یہ کہکے فرمایا کہ کون ہمین ابو طالب کا قول سنائیگا؟ امیر المومنین نے عرض کی کہ شاید آپ اس سے انکا وہ شعر مراد لے رہے ہین، "وابیض یستسقی الغمام بوجھہ"؟ وہ روشن چہرہ جس کے وسیلے سے طلب باران کیا جاتا ہی فرمایا "ہان"

امیر المومنین نے حضرت ابو طالب کے اس قصیدے سے کے چند شعر پڑھے آپ پڑھتے جاتے تھے اور رسول ابو طالب کیلئے دعائے مغفرت فرماتے جاتے تھے۔ اسکے بعد ایک شخص قبیلہ کنانہ کا کھڑا ہو گیا

اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

لک الحمد والحمد ممن شکر سقینا بوجہ النبی المطر

اے خدا تیری حمد اور تیرا شکر کہ ہم نے نبی کے واسطے سے سیرابی حاصل کی

دعا اللہ خالقہ دعوۃ الیہ واشخص منہ البصر

اس نبی نے اپنے پیدا کرنے والے خدا سے دعا کی اور آسمان پر نظر کی

فلم یک الا کما ساعۃ او اقصر حتی رأینا الدرر

ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ پانی کے چھینٹے پڑنے لگے

دفاق العزالی وجم البعاق اغاث بہ اللہ علیا مضر

موسلا دھار پانی تیز گرج کے ساتھ جس سے علیا مضر کو خدا نے سیراب کیا۔

فکان کما قالہ عمہ ابو طالب ذوروا ہ عزر

وہی ہوا جیسا کہ رسول کے چچا ابو طالب نے فرمایا تھا جسکی روایت روشن مشہور لوگوں نے کی

بہ یسر اللہ صوب الغمام ھذا العیان وھذا الخبر

ابو طالب نے یہ فرمایا تھا کہ خدا اس رسول کی وجہ سے پانی برسائیگا" اسکی خبر آج نکلی اور واقع ہو گیا

فمن یشکر اللہ یلقی المزید ومن یکفر اللہ یلقی الغیر

جو خدا کا شکر کریگا تو خدا نعمت زیادہ کریگا اور اگر کفران کریگا تو برباد ہو گا۔

اس واقعہ میں رسول کا یہ جملہ (للہ در ابی طالب لو کان حیا لقرت عینہ" کیا کہنا میرے چچا کا اگر آج وہ زندہ ہوتے تو انکی آنکھیں خنک ہو جاتیں) بتاتا ہے کہ رسول کو ابو طالب پر بیحد الفت و محبت تھی اور آپ بار بار ان کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور ان کو یاد کیا کرتے تھے دیکھئے کہ آپ منبر پر ہیں اور اس مجمع میں بہترین ذکر مناسبت مقام و وقت کے اعتبار سے ابو طالب کا ہی منبر پر کیا جا دیر تک قیام درانحالیکہ دعا قبول ہو چکی تھی اور پانی برس چکا تھا، اور پھر ابو طالب کا شعر یاد کرنا جو مطابق حال تھا اور اسکو پڑھوانا، اسکا تذکرہ کرنا ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے

کہ اس ذکر سے آپ کو راحت ملتی تھی اور آپ اس سے خوش ہوتے تھے ۔ اسکے ماسوا آپکا اسوقت برابر ابوطالب کیلئے دعائے مغفرت کرنا، اس سے عظمت وشان ابوطالب مجمع کی نگاہوں میں بڑھانا مقصود تھا، خصوصًا اسوقت جبکہ مجمع دیکھ رہا ہو کہ ابوطالب کے اشعار سے رسول کے چہرے پر مسرت کی سرخی دوڑ رہی ہے ۔

یوہیں آپ ہر محل ہر موقع اور ہر مقام پر ابوطالب کا ذکر کرتے تھے وہ خلوت ہو یا جلوت، تنہا ہوں یا اصحاب کے مجمع میں آپ ادنائے مناسبت سے اپنے چچا کا ذکر کرنے لگتے تھے اور آپکی محبت کا حال گروہ اصحاب پر بخوبی روشن تھا، بلکہ ابوطالب کے ذکر سے وہ لوگ تقرب حاصل کرتے تھے چنانچہ یہ شعر کنائی اسی مطلب کی طرف مشیر ہے (فکان کما قال عمہ ابوطالبؑ)

یوہیں یہ روایت بھی اس مطلب کو ثابت کر رہی ہے جسکی استناد ابن عباس کی طرف ہو کر[ع۵] ابوبکر ایک روز ابوقحافہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے خدمت رسول میں حاضر ہوئے ابوقحافہ اسوقت اندھے ہو چکے تھے اور بہت بوڑھے تھے ۔ رسالتمآب نے فرمایا کہ ان کو کیوں لائے میں خود چلا آتا ۔ ابوبکر نے کہا کہ اے رسول اللہ میں نے چاہا کہ ابوقحافہ خدا کی طرف سے ماجور ومثاب ہوں ۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث برسالت کیا ہے مجھے آپکے چچا ابوطالب کے اسلام سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ اپنے باپ ابوقحافہ کے اسلام سے نہیں ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپکی خنکی چشم کا باعث ہوگا ۔

اب ہم ایک تیسرا شاہد جسکو ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی شرح کے جلد ۳ صہ ۳۱۶ میں لکھا ہے، ذکر کرتے ہیں اس نے ابوعبیدہ بن حارث کے متعلق لکھا ہے اور سیر ومغازی سے نقل کیا ہے ـــــ : یہ کہ عتبہ بن ربیعہ یا شیبہ نے جب ابوعبیدہ بن حرث بن عبد المطلب کا پاؤں بدر کی جنگ میں کاٹ ڈالا تو علی اور حمزہ دونوں اس پر حملہ آور ہوئے اور ابوعبیدہ کو اسکے نیچے سے چھڑایا، اور دونوں نے عتبہ کو قتل کر دیا اور ابوعبیدہ کو عریش میں رسول کے پاس لے آئے، ابوعبیدہ کی نلی کی ہڈی کا مغز بہ رہا تھا انھوں نے کہا اے رسول اللہ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو وہ جان لیتے کہ وہ اپنے اس

ع۵ اصابہ ج ۷ صہ ۱۱۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ

قول مین سچے تھے ـــ : اسکے بعد یہ شعر پڑھے جنکا ترجمہ گذر چکا۔

کذبتم و بیت اللہ نبزی محمداً ولما نطاعن دونہ و نناضل

ونسلمہ حتی نصرع دونہ ونذھل عن ابناءنا والحلائل

یہ سنکے رسول اللہ نے ابو عبیدہ اور ابو طالب کے لئے دعائے مغفرت کی، ابو عبیدہ مقام حضراء

تک رسول کے ہمراہ گئے اور وہین بعد انتقال مدفون ہوے۔

یہ تھی حالت صحابہ ابو طالب کے متعلق کہ وہ ابو طالب کا تذکرہ ذرا ذرا سی مناسبت مقام کو دیکھتے

ہوے کرتے تھے، اور اسکا کچھ اور مطلب نہین ہو سکتا بجز اسکے کہ رسول اس سے خوش ہون اور صحابہ

متقرب بارگاہ رسالت ہون۔

"نماز جنازہ بعد انتقال ابو طالب فرض ہوئی"

اب ایک سوال اسجگہ یہ پیدا ہوتا ہی کہ آیا رسول نے ابو طالب کے جنازے کی نماز پڑھی یا نہین؟

اس سوال کا جواب ہی ہو جو ابو جہم بن حذیفہ نے دیا، کیونکہ یہی سوال بعینہ ان سے کیا گیا تو انھون نے

کہا نماز جنازہ اسوقت تھی کہان وہ تو ابو طالب کے انتقال کے بعد فرض ہوئی۔ ہان یہ ضرور ہوا کہ رسول

بے حد محزون ہوے اور امیر المومنین علی کو تجہیز و تکفین کے بندوبست پر مامور کیا اور خود آپنے مشایعت

جنازہ فرمائی۔ اس واقعہ کو ابو الفرج نے لکھا ہی۔

"اور یہ امر مسلمات مین سے ہو کیونکہ موضح نسابہ نے بھی روایت کی ہو کہ جب ابو طالب کی وفات

ہوئی تو صلوٰۃ اموات فرض نہوئی تھی لہذا رسول نے نہ ابو طالب کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ اپنی زوجہ

طاہرہ جناب خدیجہ کی البتہ آپ بیحد محزون تھے اور مشایعت جنازہ فرمائی اور طلب مغفرت کی"۔

اہل سیر و تاریخ کا یہ خیال ہو کہ جناب خدیجہ کی وفات حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد ہوئی

جیسا سیرۃ النبلاء، سیرۃ یعمری، حیوۃ الحیوان دمیری، ہمط الثمین، اسد الغابہ اور استیعاب وغیرہ

مین ہی، اہل تاریخ کا اتفاق دیکھتے ہوے یہ بات واضح و روشن ہو کہ حقیقتاً اسوقت تک یعنی

"ابوطالبؑ کے بعد مکہ میں رسول بے یار و مددگار تھے"

یہ حقیقت اور واقعہ ہے کہ ابو طالب کی مدد اور حمایت کی وجہ سے رسول کے بالدن اظہار دعوت کے بعد مکہ میں ٹھہر گئے تھے، اور قیام کی صورت تھی۔

ادھر ابو طالبؑ کا انتقال ہوا، اور ادھر قریش کے چہروں پر غدر کے آثار ظاہر ہونے لگے، اور مکر و کید کی نشانیاں نظر آنے لگیں، کیونکہ (بعد ابو طالب) اب میدان صاف تھا،

جس دن ابو طالب دنیا سے اٹھے، اسی دن رسول کا لشکر جو بھی کچھ تھا، الگ ہو گیا، اور جس دن ابو طالب مدفون ہوئے اُسی دن نشان و رایت لشکر رسول بھی لپیٹ کر رکھ دیا گیا، ابو طالب کی موت وہ مستحکم چار دیواری جو حفاظت رسول کیلئے ایک قلعہ تھی، غائب ہو گئی، اور وہ چمکتی ہوئی تلوار کیجئے انتقال سے زنگ آلود ہو گئی۔

اب رسول تنہا ہیں، نہ کوئی مددگار رہا نہ یاور، نہ مونس ہے نہ غمگسار، نہ کوئی دشمنوں کے حملوں کا دفع کرنیوالا نہ کوئی انکو روکنے والا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول چاروں طرف سے تکالیف، اذیت، بلا و مصیبت، میں گھر گئے۔

قریش نے ہر وہ طریقہ جس سے آپکو ایذا پہونچے اختیار کیا، اور آپ پر نگہبان و جاسوس مقرر کرئے کہ آپ کی نشست و برخاست اور آپکے حالات کا پتہ لگاتے رہیں۔

رسول کو مختلف مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور اب قریش کے حملے، داہنے بائیں آگے پیچھے، اوپر نیچے غرضکہ ہر طرف سے تھے۔ تاریک اور بھیانک مصیبتیں ہر طرف سے چلی آ رہی تھیں، اور آپ کیلئے ہر مقام پر، گلی ہو یا کوچہ، پہاڑ کی چوٹی ہو یا اسکی گھاٹیاں بطن وادی ہو یا زمین نرم و سخت، ایک نئی مصیبت کا سامنا تھا۔

اسی مصیبت کا تذکرہ رسول نے اس فقرہ میں فرمایا ہے لم یوذ نبی مثل ما اوذیت۔ (جیسی اذیتیں اور تکلیفیں مجھے دیگئیں ویسی کسی نبی نے نہیں اٹھائیں)

سبلا مجال تھی کہ قریش حیات ابو طالب مین ان تکلیفون کا عشر عشیر بلکہ ان کا ہزارواں حصہ بھی پہنچا سکتے نہین کبھی نہین۔ اسی کو رسول فرماتے تھے۔ اور اپنی حزن و غم کی شکایتین کیا کرتے تھے۔

آپ عـ۵ فرماتے تھے، کہ قریش نے میرا کوئی صدمہ حیات ابو طالب مین نہین دیکھا، یعنی حیات ابو طالب مین کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف پہونچا تا۔

جب مصیبتین پڑتی تھین اور سخت وقت آتا تھا اور قریش کے حملے پے در پے ہوتے تھے تو آپ روح ابو طالب سے فریاد کرتے تھے اور ان تکلیفون، ایذاؤن اور مصیبتون کی شکایت کرتے تھے چنانچہ فرماتے تھے "یا عم ما اسرع ما وجدت فقدک" چچا کیسی جلدی آپ مجھے چھوڑ کے چلے گئے)

انھین عـ۵ شدائد مین اور انھین آفات مین خدائی فرمان پہونچا کہ تم مکہ چھوڑ دو چنانچہ کافی مین جناب ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے ـــــ "جبرئیل بحکم خدا نازل ہوئے اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ آپ مکہ چھوڑ دین کیونکہ یہان اب آپ کا کوئی مددگار نہین، چنانچہ رسالتمآب وہان سے چل کھڑے ہوئے اور جبل "حجون" مین تشریف لائے"

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صـ۲ پر رقمطراز ہے ـــــ جب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو وحی نے رسول سے کہا کہ اب آپ مکہ چھوڑ دین کیونکہ یہان آپکا کوئی ناصر نہین عـ۵"

رسول کی مسافرت اور تکلیفات

رسول نے مکہ چھوڑ دیا اور طائف تشریف لیگئے وہان آکے "ثقیف" سے مدد چاہی، ان سے پناہ چاہی ان سے یہ امید کی کہ وہ ان خدائی احکام کو جسکو رسول لایا تھا قبول کرینگے، اگر انھون نے

عـ۵ طبری جلد ۱ جزو ۲ صـ۲۲۹، سیرۃ الحلبیہ ج ۱ صـ۳۵۳

عـ۵ سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صـ۳۵۳

سـ۵ مدیر النجم ہوتا تو کہتا کہ کیا خدا مین بھی نصرت کی طاقت نہ تھی (معاذ اللہ) اور کیا رسول کو تقیہ کرکے جانا چاہیئے تھا، یہ اسکی نظر مین حسن ہے۔ (معاذ اللہ)

قطعاً انکار کر دیا اور ان کے خباثتِ نفس نے سر اٹھایا، نہ انھون نے مدد کی اور نہ دعوت رسول پر لبیک کہی بلکہ برخلاف اسکے بہت بری طرح رسول کی رد کی اور بہت کچھ حقارت و ذلت کا برتاؤ کیا جسے خدا ہی خوب جانتا ہے۔

جب رسول کی امیدین "ثقیف" سے منقطع ہو گئین تو آپ نے یہ چاہا کر وہ لوگ ہی پہلا انتظام جاری رہے کا بھی انھون نے انکار کیا، ان کے بچے اور ان کے غلام اشارہ پا کے رسول کو اذیت پہونچانے لگے کوئی آپ پر پتھر مارتا تھا۔ کوئی گالیان دیتا تھا۔ یہانتک کہ آپ ان سے بھاگ کے ایک باغ مین چلے آئے اور ایک درخت کے سایہ مین بیٹھ گئے، آپ کی پنڈلیون سے خون بہ رہا تھا اور پتھرون کے پڑنے سے قدم کے زخم خون دیرہے تھے۔ رسول سایہ مین بیٹھکر اپنے خدا سے مناجات کرنے لگا اور یون درگاہ باری مین شکوہ سنج امت ہوا۔

"پروردگارا! مین اپنے کم طاقتی، بیچارگی اور ذلت کی شکایت تجھ سے کرتا ہون، اے سب سے زیادہ رحم کھانے والے تو کمزورون اور ناتوانون کا مالک ہے اور میرا خدا ہے تو مجھے کسکے سپرد کرتا ہے، کسی دوست کی طرف یا دشمن کی طرف۔؟ اگر تیرا غضب مجھپر نہین تو مین کسی کی پروا نہین کرتا، کیونکہ تیری امان (عافیت) میرے لئے وسیع تر اور فراخ تر ہے۔

مین تیرے اس نور کے وسیلے سے جس نے تاریکیون کو روشن کر دیا، اور جس مین امر دنیا و آخرت کی خوبی اور صلاح ہے، پناہ مانگتا ہون، اس بات سے کہ تیرا غضب مجھپر نازل ہو یا تیری ناراضی مجھپر ہو۔"[۵]

طائف سے آپ پھر مکہ پلٹ کے آئے، اسوقت آپکی قوم پہلے سے بھی زیادہ آپکی دشمن آپکے بدخواہ اور آپکی ایذا رسان تھی۔ موسم حج مین جب آپ بحیثیت رسول دعوت دیتے تھے اور تبلیغ فرماتے تھے اور خدا کی طرف بلاتے تھے تو آپ کی قوم اسکے خلاف قومی مظاہرہ اور شدید مخالفت کرتی تھی، جب قریش اپنی تدبیرون مین ناکامیاب ہوے اور انکی کوششین بیکار ہی ہو گئین اور انصار مدینہ

---

۵ سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴۷ طبع اولی۔

کی بیعت کا حال مقام عقبہ میں سنا اور یہ دیکھا کہ روز بروز رسول کی منزلت، علوئے قدر اور رفعت مرتبت بڑھتی جاتی ہے اور دین اسلام پھیلتا جاتا ہے تو انھوں نے اپنے کفر پر ثابت قدمی دکھائی اپنے جاسوس مقرر کئے، رسول کی فکر میں لگے رہتے تھے، اور ہر ممکن سعی رسول کی تحقیر اور دین اسلام کی تذلیل میں صرف کرتے تھے۔

اب رسول کی قتل کی تدبیریں سوچی جانے لگیں، خوف یہ تھا کہ کہیں افراد اسلامی کثیر ہو جائیں اور رسول کو قریش پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ اسکے لئے انھوں نے خاص محفل شورت بنا کی اور آخری بزم شوریٰ انکی دار الندوہ میں قائم کی گئی، بعد رد و قدح بسیار آخر یہ اجماعی حیثیت سے طے پاگیا کہ رسول کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اسکے لئے انھوں نے ہر قبیلہ سے لوگ چنے اور ان کی ایک جماعت بنائی تاکہ رسول کے قتل کا بار ہر قبیلہ پر ہو اور اسکا انتقام نہ لیا جا سکے۔

مگر خدا نے اپنے رسول کی حفاظت کی اور کفار کے ارادوں کی اطلاع بذریعہ وحی رسول کو کر دی۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ پھر خدا نے تفصیلی حیثیت سے اپنے رسول کو بزم دار الندوہ کے نتائج سے خبردار کیا اور ہجرت کی اجازت دی۔

رسول نے یہ اطلاع پاکے علی ابن ابیطالب کو بلایا اور وہ تمام واقعات کہہ سنائے جنکی اطلاع رسول کو خدا نے دی تھی۔ امیر المومنین سے رسول نے اپنے بستر پر سو رہنے کو کہا، یہ اسوقت جبکہ قریش کی تلواریں قتل رسول کے لئے کھنچی ہوئی ہوں تاکہ رسول نجات پا سکے، امیر المومنین نے نہایت فراخدلی اور خندہ پیشانی سے سر اطاعت خم کر دیا اور تعمیل حکم رسول کی، آپ بستر رسول پر چادر نبی اوڑھ کر سوئے اور کفار کو یہی گمان ہوا کہ یہ رسول ہی ہیں جو چادر لپیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔

امیر المومنین کو اپنے بستر پر سلا کے رسول نے مکہ چھوڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، اسی شب یہ آیت علی کی شان میں نازل ہوئی، (ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ)۔ اسمیں اس سونے والے کی جلالت شرف اور فضیلت کی طرف اشارہ واضح ہے۔

یہ سچ ہے کہ ابوطالبؑ کے جیتے جی رسول ان ایذاؤں سے بری اور ان تکلیفوں سے آزاد تھے مگر انکی موت کے بعد ان تکالیف کا سامنا کرنا پڑا جن کا ذکر اجمالاً کیا گیا، لہٰذا رسول مجبور ہوا کہ وہ مکہ چھوڑ دے وہ مکہ جہاں آپ پیدا ہوئے، وہ مکہ جہاں آپ کی نشوونما ہوئی اور وہ مکہ جو آپکے آباؤ اجداد کے شرف و مجد کا گھر تھا، اور وہ مکہ جس سے آپ مانوس تھے۔

ان واقعات کے دیکھنے کے بعد اخطاب مسلمانوں سے ہے، وہ جو منصف مزاج ہیں، وہ جو احسان کی قدر و قیمت جانتے ہیں اور وہ جن کو شرافت و حمیت سے مس ہے۔ کہ کیا ابوطالبؑ کی محنتیں، آپ کی خدمتیں آپکے احسانات رسول کیلئے اس قابل نہیں کہ ان کا شکر ادا کیا جائے اور کیا وہ اس قابل ہیں کہ ان کی تمام محنتوں پر پانی پھیر دیا جائے اور ان کے تمام وہ احسانات جو اسلام پر ہوئے جنکی وجہ سے اسلام کے قدموں میں کھڑے ہونے کی طاقت آئی جن کی وجہ سے اسلام میں بولنے کا دم آیا اسی قابل ہیں کہ ان کا انکار کیا جائے اور ابوطالبؑ کا رتبہ اسلامی یک قلم محو کر دیا جائے۔

ان تاریخی حقائق کے بے نقاب ہو جانے کے بعد میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی منصف مزاج اپنی جگہ صف منکرین جاحدین میں بنا سکےگا، اور ان آوازوں کا تتبع کرتے ہوئے جو اموی سیاستوں کے ذہن نے نکلیں اور جن کو بعض طبائع نے سلطنت کے دباؤ یا دولت کی طمع سے صحیح سمجھا، کفر ابوطالبؑ پر ایمان لائے گا (معاذ اللہ) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

اسلام ابوطالبؑ عالم اسلامی کی رائیں

(مذہب شیعہ امامیہ کی رائے) اس فرقہ کا فرقہ حقہ اسم ایمان و اسلام ابوطالب میں یکزبان و ہم آواز ہے، اور اپنے ائمہ ہداۃ کا پیرو، وہ ائمہ طاہرین جن رسول نے جنکی لئے نص فرمائی اور جن سے تمسک کا حکم دیا، امر دنیا و آخرت دونوں میں، اور وہ اہلبیت اور ائمہ جو ثقلین میں کے ایک ہیں جن سے تمسک کے بعد گمراہی محال، جیسا کہ تمامی صحاح اہل قبلہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے جو حدیث ثقلین کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔

مذہب زیدیہ کی رائے) ــــــ اکثر زیدیہ کا وہی اعتقاد ہے جو اسلام و ایمان ابو طالب میں گروہ امامیہ کثر اللہ امثالہم کا اعتقاد و یقین ہے۔

معتزلہ۔ بعض اکابر معتزلہ بھی وہی کہتے ہیں جو گروہ امامیہ کہتا ہے۔

(گروہ عامہ) اب رہ گیا گروہ عامہ۔ ان میں سے بعض تو آپ کے ایمان کے قائل ہیں، اور جمہور ان میں اور معتزلہ میں سے اور تھوڑے زیدی اسباب کے قائل ہیں کہ آپ کا انتقال (معاذ اللہ) حالت کفر میں ہوا۔

مگر ناظرین کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ اقوال جو کفر ابو طالب پر مبنی ہیں قطعاً غلط اور وہی ہیں اور جو ان لوگوں کا مستمسک ہے اسکی رد بھی عنقریب ناظرین کے سامنے آ جائیگی۔

اسلام ابو طالبؑ میں شک پیدا کرنیکا راز

اور

اس نزاع کے پیدا ہونیکی تاریخ

بہت سے حقائق روشن ایسے ہیں، جن پر خواہشات نفس نے پردے ڈالدیئے اور وہ ان کا شکار ہو گئیں اور بہت سی حقیقتیں ایسی ہیں جو شک کے ہاتھوں میں پڑ کر فنا ہو گئیں، لبا اوقات یہ مدت شک اتنی طویل ہوئی۔ اور تعصبات نے وہ کام کیا کہ وہم و شک ہی حقیقت خیال کیا جانے لگا۔

منجملہ ان حقائق کے، ایک حقیقت روشن ایمان ابو طالب کی بھی ہے جو ابتدائے اسلام میں واضح و آشکار تھی۔

درحقیقت مسئلہ ایمان ابو طالب میں، مسئلہ خلافت علیؑ کے پہلے کبھی کوئی نزاع نہ تھی، البتہ جو لوگ کہ تاریخ و سیر سے واقف ہیں، اور جنہوں نے دقت فکر اور امعان نظر سے کام لیا ہے وہ بخوبی اس امر کو جانتے ہیں کہ یہ نزاع (مسئلہ ایمان و کفر ابو طالب) صرف عہد معاویہ میں پیدا ہوئی اور مخالفت خلافت علی میں پیدا کی گئی، یہ نزاع ان فتنہ و فسادات کا نتیجہ ہے جو امیر المومنین کے

مقابلہ میں قائم کئے گئے، اور اس سعی نامشکور کا نتیجہ ہے جو فضائل علی اور مکرمت ابوالحسن محو کرنے کے لئے دن رات کی جاتی تھیں۔ دشمنوں نے صرف یہی چاہا کہ مناقب ابوطالب میں تشکیک فی الاسلام پیدا کر کے قدح کیجائے، وہ ابوطالب جو امام علی کے والد بزرگوار اور رسول اکرم و اعظم کے حبیب تھے۔

اس مقام پر ربط کلام کے لئے مجھے ضروری معلوم ہوا کہ کچھ نہ کچھ تذکرہ سیرت معاویہ کردوں تاکہ اثبات مطلب کیلئے ایک دلیل روشن ملجائے اور تاریخ تولد نزاع کا صحیح پتہ معلوم ہوجائے اور ہمارے نظریہ کی صحت ظاہر ہوجائے۔

سیرت معاویہ

معاویہ ملتھی مار کے تخت نشین ہوگیا باوجود اسکے کہ امت رسول اس بات پر راضی نہ تھی، اور امیرالمومنین کے قتل ہوجانے کے بعد اور امام حسن کی اوس صلح کے بعد جسکے شرائط میں سے کسی ایک شرط پر بھی معاویہ نے وفا نہ کی، معاویہ کیلئے دنیا بالکل ہموار ہوگئی۔ اب اس حکومت کے بعد معاویہ کے لئے جو شے سب سے زیادہ گراں تھی اور جو چیز اسکے دل میں کھٹک رہی تھی وہ آوازہ منقبت علی و اہلبیت علیہم السلام تھا کیونکہ بقیۃ السیف صحابی جو سابق الاسلام تھے وہ علی کی مناقب کی تسبیح پڑھتے تھے، آپکے آثار کی تقدیس کرتے تھے اور جو کچھ قرآن و سنت نے مدح میں کہا تھا ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے کیونکہ علی کے احسانات اسلام پر اسی وقت سے تھے جب سے رسول نے اظہار دعوت کیا اور علی رسول دوش بدوش دکھائی دینے لگے اور یہ امداد اسلام دم واپسیں تک قائم رہی۔

صحابہ کیلئے یہ امر فطری تھا کہ وہ مناقب علی و اہلبیت بیان کرتے، کیونکہ علی ہی اسلام کے مرد میدان تھے علی ہی وہ بازوئے رسول تھے جس نے اسلام کی اساس قائم کردی۔ اور علی ہی اس بیشہ کے شیر تھے۔ لہٰذا ہر صحابی و تابعی کو زیبا تھا کہ وہ آپ کی منقبت کا مدح سرا ہو اور اہلبیت کا مداح نظر آئے کہ اسلام ان ہی کا ممنون احسان تھا۔ اور جتنا بھی زیادہ کوئی صحابی آپکا مدح سرا ہوتا تھا اتنا ہی زیادہ وہ اپنی تقصیر کا معترف تھا کیونکہ قرآن الگ انکا مدح گو ہے اور احادیث رسول علیحدہ انکی

ثناگستر ہین۔ ان روشن فضائل ومناقب کو معاویہ سنا کرتا تھا اور یہی نہ تھا کہ ان کا سننا اسے ناگوار ہو بلکہ اس سے اسکو مختلف قسم کے اوہام وخیالات پیدا ہوتے رہتے تھے۔ اور اسکو اسکا مستقبل تاریک نظر آتا تھا اپنے خاندان کیلئے وہ ہلاکی اور تباہی کا منظر دیکھتا تھا۔

معاویہ نے ہر اساس سنت اسلام کو اسی لئے چور چور کر ڈالا کہ وہ خلافت کے واسطے سے ایک مملکت عظیم کی بنا ڈالے جس سے اسکے خلاف فائدہ اٹھا سکین۔ اور یہ بات ظاہر تھی کہ جب تک اہلبیت کا وجود تھا اور جبتک حسن حسین کے سے بچے جو سبط رسول تھے موجود تھے اسوقت تک معاویہ یہ خواب بھی نہین دیکھ سکتا تھا کہ حکومت اسکے خاندان کے لئے نسلاً بعد نسل رہیگی، چاہے وہ اسکی حیات تک کیلئے متیقن ہو۔ اور حق بھی یہی ہے کہ وہ معاویہ کے مرنے کے بعد حقدار ون تک ضرور ضرور پہونچتی۔

انھین باتون کا خیال کر کے معاویہ نے یہ چاہا کہ اساس ملک اپنے خاندان کے لئے مضبوط ومستحکم کر دے، اور ایک ایسا قلعہ بنایا جائے کہ جہانتک کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔

یہ امر بھی واضح تھا کہ جب تک اہلبیت کے حصار فضیلت مین کمزوری نہ پیدا کر دیجائے اسوقت تک دولت کا چراغ نہین جل سکتا تھا۔

اس نظریہ کو ہر اموی نے پیش نظر رکھا، اہلبیت سے برے برتاؤ کئے گئے ذلیلون کو عزت انکے مقابلہ مین دی گئی اور ان کو جو خدا کے نزدیک عزیز تھے ذلت دیگئی، چنانچہ مروان بن حکم کا یہ قول جسکو دارقطنی سے علامہ نے روایت کیا ہے اس مطلب پر دلیل صریح ہے۔

چنانچہ مروان نے واقعہ قتل عثمان کے متعلق یہ کہا، کہ جتنا علی نے عثمان کی جان بچانے مین کوشش کی اتنی کوشش کسی ایک نے بھی نہین کی، تو اس سے لوگون نے کہا پھر تم علی کو برسر منبر برا بھلا کیون کہتے ہو؟ مروان نے جواب دیا کہ "بغیر اسکے ہملوگون کیلئے امر خلافت قائم نہین رہ سکتا"

مروان کے اس نظریہ کی مطابقت تاریخ نے بھی کی، درحقیقت بنی امیہ کا یہی نظریہ تھا اور آجتک ہے چنانچہ ہمین تاریخ مین ایسے مقامات ملتے ہین کہ معاویہ اس خاندان کا یکا دشمن، شیعیان علی کا عدو بلکہ ہر وہ شخص جو فضائل اہلبیت بیان کرے اور رسول سے روایت کرے اسکا دشمن جانی تھا۔

اس مطلب کے مستحکم کرنے کیلئے کبھی معاویہ اپنے رعب حکومت سے کام لیتا تھا اور کبھی اشرفیون کی تھیلیاں نذر کی جاتی تھیں جاگیرین دیجاتی تھین انعامات پیش کئے جاتے تھے تعمیر مکانات و قصور ہوتی تھی اور فراہمی سامان عیش اُن لوگون کیلئے کیجاتی تھی جو جھوٹی احادیث گڑھیں اور فضائل علی کو کسی نہ کسی طرح چھپا دین، اور امیر المومنین کے معائب کو شہرت دین کہ وہ اقصائے ملک تک پہونچیں اور فضائے عالم انھین باتون سے مملو ہوجائے۔

یوہین حقائق پوشیدہ کئے گئے، یوہین شک فضائل مین پیدا کیا گیا، اور یوہین رعب حکومت اور طمع مال سے کام نکالا گیا۔ انھین باتون نے معاویہ کیلئے امیر المومنین کی بدگوئی آسان کر دی جو ساٹ برس تک علی رؤس الاشہاد ہوتی رہی چنانچہ حافظ سیوطی لکھتے ہین۔

"عہد بنی امیہ مین ستر ہزار منبر دن سے زیادہ تھے جن پر امیر المومنین کو معاذ اللہ گالیان دیجاتی تھین اور آپ پر لعنت کی جاتی تھی (اللھم العن بنی امیۃ قاطبۃ)

اسی باب مین علامہ احمد الحفظی شافعی کے اشعار ہین چنانچہ وہ فرماتے ہین۔

وقد حکی الشیخ السیوطی انہ قد کان فیما جعلوہ سنہ

شیخ سیوطی نے لکھا ہے کہ جن چیزون کو بنی امیہ نے سنت قرار دے لیا تھا۔

سبعون الف منابر و عشرہ من فوقہن یلعنون حیدرہ

ان میں یہ بھی تھا کہ ستر ہزار منبرون پر علی ابن ابیطالب پر لعنت کیجاتی تھی (معاذ اللہ) اللھم العن بنی امیۃ قاطبۃ

وھذہ فی جنبھا العظائم تصغر بل توجہ اللوائم

یہ وہ گناہ تھا جس کے سامنے تمام بڑے گناہ چھوٹے نظر آتے ہین بلکہ یہ ملامت کا باعث ہین۔

فھل تری من سنھا یعادی ام لا وھل یستر ام یبادی

کیا تجھے نظر آتا ہے کہ جس نے لعنت جاری کی وہ دشمن تھا یا نہین اور یہ کہ یہ پنہان ہے یا آشکارا؟

او عالم یقول عنہ نسکت اجب فانی للجواب منصت

جب عالم کہے کہ ہم اس سے ساکت ہین تو ہم کہتے ہین کہ جواب دو ہم کان لگائے ہین

ولیت شعری ھل یقال اجتھدا کقولھم فی بغیہ ام الحدا

کاش میں جان لیتا کہ یہ اجتہاد تھا یا الحاد ہے۔

الیس ذا یوذیہ ام لا فاسمعن ان الذی یوذیہ یوذی من و من

کیا یہ باتیں علی کو اذیت نہیں پہونچاتیں اور سنو تو کہ انکی اذیت کے ساتھ کس کس کو تکلیف پہونچتی ہے؟ (خدا اور رسول کو)

بل جاء فی حدیث ام سلمۃ ھل فیکم اللہ یسب مہ لہ

بلکہ حدیث ام سلمہ میں ہے کہ کیا تم میں خدا پر ستم کیا جاتا ہے جس سے خاموشی واجب ہے

عاون اخا العرفان بالجواب وعاد من عادی ابا تراب

صاحب عرفان کو جواب دو اور اس سے دشمنی رکھو جو ابو تراب سے دشمنی رکھے

عداوت علیؑ میں معاویہ کا پروپیگنڈا

درحقیقت معاویہ نے چراغ اہلبیت بجھانے میں کوئی کوشش فروگذاشت نہیں کی، مگر، یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ چنانچہ ذیل کے تاریخی واقعات اسکی شہادت دینگے — شرح بن ابی الحدید جلد ۳ صہ ۱۵

"ابو الحسن علی بن محمد بن ابی سیف مدنی نے کتاب الاحداث میں روایت کی ہے کہ جب سن جماعت قائم ہو چکا (یعنی ۴۱ھ میں) تو ایک فرمان معاویہ نے اپنے ہر ہر عامل کو بھجوایا اور اپنے ہر ہر حاکم کے پاس بھیجا جسکا مفہوم یہ تھا — کوئی شخص جو علیؑ یا ان کے اہلبیت کے فضائل بیان کرے گا یا روایت کریگا تو میں (سلطنت) اس سے بری الذمہ ہوں گا"

اس فرمان کا نافذ ہونا تھا کہ ہر ہر منبر اور ہر ہر مقام پر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین پر برابر لعنت (معاذ اللہ) ہونے لگی اللھم العن بنی امیۃ قاطبۃ صرف یہی نہیں بلکہ لوگ علی اور اہلبیت رسول سے برائت چاہنے لگے اور ان میں عیب نکالنے لگے۔ اسوقت سب سے زیادہ بلا جن لوگوں پر آئی تھی وہ کوفہ والے تھے کیونکہ شیعوں کی آبادی یہاں بہت زیادہ تھی۔

معاویہ نے کوفہ کا گورنر زیاد بن سمیہ (یہ شخص حرامی تھا جیسا کہ تاریخ شاہد ہے) کو کردیا اور بصرہ کو بھی اسکے ماتحت کردیا۔ زیاد نے شیعیان امیر المومنین کو ڈھونڈھنا شروع کردیا۔ (کیونکہ یہ ان کو خوب پہچانتا تھا، اسلئے کہ عہد نصفت مہد امیر المومنین میں یہ بھی اپنا شمار منافقانہ شیعوں میں کرتا تھا اور اسکا اظہار کیا کرتا تھا) یہانتک کہ چن چن کر شیعیان علی کو قتل کرنا شروع کیا، ان کو خوفزدہ بنایا، انکے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے انکی آنکھیں نکلوالیں، ان کو درختوں کے تنے میں پھانسی دی، ان کو جلاوطن کیا ان کو عراق سے خارج البلد کردیا یہانتک کہ انکا نام ونشان عراق میں باقی نہ رہا۔

اسکے علاوہ معاویہ نے اپنے تمام عمال وحکام کے پاس یہ فرمان بھیجے کہ شیعیان علی کی گواہیاں نہ قبول کی جائیں، یہ بھی لکھ بھیجا کہ عثمان کے شیعوں کو دیکھتے رہو جو ان کے فضائل کا نشر کرے اسکے رتبہ و وقار میں اضافہ کرو اسکو تقرب بارگاہ سلطانی میں دلواؤ، اسکو اپنے پاس بٹھاؤ، اور اس کا اکرام و اعزاز کرو۔ اور مجھے ان لوگوں کے نام لکھو اور ان کے آباد اجداد و قبیلے سے اطلاع دو، چنانچہ عمال نے ایسا ہی کیا، یہانتک کہ فضائل موضوعہ عثمان کا وہ طوفان اٹھا (جس نے فضائل حقیقی کو غرق کردیا) ان مناقب موضوعہ کی کثرت ہوئی کیونکہ معاویہ ان لوگوں کو صلے دیتا تھا، جاگیریں تقسیم کرتا تھا، اور خلعتیں بخشتا تھا۔

یہانتک کہ ہر شہر میں ان فضائل کا چرچا ہونے لگا اور لوگوں نے طمع دنیا میں ان روایات موضوعہ کو اور پھیلانا شروع کیا۔ یہی ایک مدت تک ہوتا رہا یہانتک کہ معاویہ نے پھر اپنے عمال کو لکھا کہ ابو عثمان کے۔ فضائل بکثرت دنیا میں پھیل گئے ہیں، اب لوگوں کو اسبات کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور خلفائے اولین کے فضائل وضع کریں اور ان کا نشر کریں۔ یہ بھی حکم تھا کہ دیکھتے رہو کوئی حدیث فضیلت امیر المومنین کی ایسی باقی رکھی جائے جسکو گروہ مسلمین روایت کرے مگر یہ اسکے ساتھ ہی ساتھ ایک حدیث جو نقص فضیلت علی کرتی ہو اور فضیلت صحابہ بڑھاتی ہو بنائی جائے گڑھی جائے اور موضوع کیجائے۔ کیونکہ اسبات سے میری آنکھیں خنک اور میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے، اور یہ مجھے بیحد محبوب ہے اور ابو تراب اور انکے شیعوں کی حجت کے مٹانے کے لئے ایک بڑا زبردست حربہ ہے۔

عہ دیکھو ابن ابی الحدید نصائح کافیہ وغیرہ۔

یہ بھی کہ بجائے نشر فضیلت علی کے مناقب عثمان وفضل عثمان کے احادیث موضوعہ پھیلائے جائین اور دنیا کی فضا انھین احادیث (نجس) سے چھلکا دیجائے۔

چنانچہ معاویہ کے احکام لوگون کے سامنے پڑھ کے سنائے گئے اور بے انتہا روایات موضوعہ فضل عثمان ومناقب صحابہ مین بنائی گئین نہ کوئی اصل تھی اور نہ حقیقت۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ انھین روایات موضوعہ کا تذکرہ برسر منبر ہونے لگا، یہی چیز مین بچون کے نصاب تعلیم مین داخل کردی گئین معلمون اور مدرسون کو یہ ہدایات کئے گئے کہ وہ بچون کو انھین چیزون کا سبق دین اور ان کو یاد کرائین جیسا کہ قرآن یاد کراتے ہین چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور ان کے لڑکے، لڑکیان، عورتین، نوکر چاکر غرضکہ ہر ہر فرد نے ان کو سیکھا اور اسی محیط مین اسکی نشو و نما ہوئی۔

"معاویہ کا اپنے عمال کو ایک تیسرا فرمان"

پھر معاویہ نے ایک تیسرا فرمان نکالا اور اسکو ہر ہر مقام مین گردش دی اسکا مفہوم یہ تھا کہ:-

"دیکھو اگر کوئی شخص ایسا پایا جائے جسکو علی یا ان کے اہلبیت سے الفت و محبت ہو تو اسکا نام دیوان عطا سے کاٹ دو اور اسکا وظیفہ ورزق بند کردو۔ اسی توام ایک اور فرمان تھا جس مین یہ حکم تھا کہ اگر کوئی محبت اہلبیت سے متہم بھی پایا جائے تو اس کو ایذا پہونچاؤ، اسکے ساتھ برے سلوک اور برے برتاؤ کرو اور ع اسکے گھر کو کھود کے پھینکدو۔"

ان احکام کے بعد عام طور سے عراق مین اور خاص طور سے کوفہ مین اہل تشیع پر تباہیان آئین اور وہ برباد کئے جانے لگے زمین باوجود وسعت ان پر تنگ ہوگئی اور دنیا سیاہ ہوگئی مصیبت ایسی ٹوٹی کہ اگر کوئی شیعہ کسی اپنے دوست اور موثق آدمی کے گھر پناہ لیتا تھا تو وہ اپنی شیعیت کا اظہا

ع فضائل امیر المومنین کے مٹانے کی یہ کوشش ضرور باثر ہوتی اگر خدائی ہاتھ امداد کے لئے تیار نہوتا۔ کیونکہ جب اہل تشیع کا استیصال ہوجاتا تو کون فضائل اہلبیت کو جانتا اور کون کہتا، اور پھر جبکہ حکومت اسطرح مخالفت پر تلی ہوئی تھی۔

اسوقت تک نہین کر سکتا تھا جبتک کہ اس سے حلف وقسم نہ لیلیے اسکے خادمون، غلامون اور نوکرون سے ڈرتا تھا کہ کہین افشائے راز نہوجائے اور قتل نہ کر دیا جائے۔

جب سلطنت وحکومت کا یہ انداز رہا تو بہت سی روایات موضوعہ بہت سے بہتان وافترا دنیا مین پھیل گئے اور فقہا، فضلا، قضاۃ، والیان معاویہ نے ان احادیث وواقعات موضوعہ پر عمل کیا۔ سب سے زیادہ یہ بلا ان قاریون مین تھی جو ریا کار دنیا دار سلطنت کے آگے سر طمع خم کرنے والے حکومت کے سامنے گردن نیاز جھکانے والے تھے جنکا پیشہ ریاکاری کی سبب مین خضوع وخشوع تھا اور مکاری کو لباس زہد وتقوی مین ظاہر کرنا تھا انھون نے ہزارون روائتین اس طرح کی گڑھ ڈالین صرف اسلئے کہ دولت ہاتھ آئے اور جاگیر بن ملین، اور مجلس امین انکے لئے حکومت کی طرف سے بنا دیجائین۔

نوبت بانیجا رسید کہ یہ روایات ایک ملک سے دوسرے ملک مین اور ایک شہر سے دوسرے شہر مین منتقل ہوتے رہے یہانتک کہ دنیا بھر مین پھیلے ان لوگون کے بھی ہاتھ لگے جو صاحبان دیانت وامانت سمجھے جو جھوٹ کو روا نہ رکھتے تھے اور بہتان سے بیزار تھے انھون نے بھی ان روایات کو قبول کیا اور انکی روائیت کی صرف یہ خیال کر کے اور اس دھوکے مین پڑ کے کہ یہ روایات صحیح ہین، در حقیقت اگر انھین روائتون کے باطل ہونے کا علم ہوجاتا تو وہ کبھی نہ نقل کرتے۔

زمانہ یونہین گزرتا رہا اور کذب وبہتان وافترا کا بازار یونہین گرم رہا یہانتک کہ امام حسنؑ کی وفات ہوگئی۔ اور قتل حسینؑ کے بعد تو یہ فتنہ وفساد اور بڑھ گیا، بلا اور تیز ہوگئی، اور ہر جلیل ہوگیا۔

اب عبد الملک ابن مروان تخت نشین ہوا اور شیعون پر دست تعدی دراز ہونے لگا اس نے حجاج بن یوسف ثقفی عہ کو والی بنا دیا اور سکی عداوت علیؑ کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے صاحبان زہد وتقوی نے اسکی بارگاہ مین اظہار عداوت امیر المومنین کر کے تقرب حاصل کیا۔

عہ وہی لوگ ان کامون کے لئے منتخب ہوتے تھے جو رسول سے خاص عداوت رکھتے تھے ناظرین کو یاد ہوگا کہ طائف مین رسول نے ثقیف سے جب پناہ چاہی تھی تو ان لوگون نے آپ پر سنگ باری کی تھی۔ حجاج بھی دہین کی ایک فرد تھا اور ثقیف ہی مین کا آدمی تھا۔

ان لوگون نے بھی صحابہ کے مدح مین حدیثون پر حدیثین گڑھین اور مدح علی کی احادیث کو فنا بھی کیا اور ان پر تعصب کے پردے بھی ڈالے امیر المومنین پر طعن و تشنیع کا بازار گرم رہا آپکے عیوب جن کا اثر و عین نہ تھا، لوگون مین پھیلائے گئے۔ اور اس طرح کے واقعات پیش آنے لگے۔ جو آجتک تاریخون مین موجود ہین ---: ایک شخص جو غالبًا اصمعی کا دادا تھا اور جسکا نام عبد الملک ابن قریب تھا، وہ ایک روز حجاج کے سامنے کھڑا ہوا اور اسنے کہا "اے امیر المومنین! (معاذ اللہ) حجاج مجھکو میرے اہل نے عاق کر دیا کہ میرا نام "علی" رکھا اور مین ایک فقیر و محتاج آدمی ہون اور آپکی صلہ و انعامات کا آرزو مند ہون" حجاج یہ سنکر ہنسا اور کہا کہ تو بہترین شفیع اور عمدہ ترین وسیلہ لیکے آیا ہو (یعنی عداوت علی) جا مین نے تجھکو فلان مقام کا والی مقرر کر دیا" (از شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صہ)

یوہین کامل مبرد مین ہو کہ معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا اور اپنے پاس بلا کے اس سے کہا کہ اگرچہ عقلا کو کچھ سمجھانے کی ضرورت نہین مگر چند میری وصیتین ہین جو مین تجھے کرنا چاہتا ہون۔ دیکھو تمام باتین چاہے چھوٹ جائین۔ مگر علی اون کے اہلبیت اور ان کے شیعون کا سب و شتم اور ان پر تبرا چھوٹنے پائے۔ اور جہانتک ہو سکے کیا جائے"۔

مغیرہ نے کہا کہ آپکے میرا بارہا تجربہ کیا ہے اور آپکے پہلے مین دوسرون کی طرف سے بھی عامل رہ چکا ہون ان کو کبھی مجھسے کسی شکایت کا موقع نہین ملا اور نہ انھون نے کبھی میری مذلت کی۔ آپ بھی مجھے آزمائینگے تو مین یا قابل مدح نکلونگا یا لائق مذمت۔ معاویہ نے کہا نہین انشاء اللہ تم قابل مدح ہی ٹھہروگے۔ چنانچہ مغیرہ عامل کوفہ ہو گیا اور اس نے شتم امیر المومنین اور انکی عیب جوئی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔

"طمع صحابہ رسول اور انکی دین فروشی"

ابن ابی الحدید نے اپنی شرح کے صہ ۳۶۱ جلد ا مین لکھا ہو۔ کہ معاویہ نے سمرہ بن جندب

صحابی رسول کو ایک لاکھ درہم دینے کا وعدہ کیا کہ وہ یہ آیت قرآنی ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد ۔ علی کے لئے روایت کر دے کہ ان کی شان مین نازل ہوئی اور اس نے رسول سے سنا اور یہ آیت ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ابن ملجم ملعون کی شان مین روایت کر دے ۔ ایک لاکھ درہم پر سمرہ نے انکار کیا تو معاویہ نے دو لاکھ کر دئے اس نے پھر انکار کیا اس نے تین لاکھ کر دئے ۔ پھر انکار کیا تو اس نے چار لاکھ کر دئے اور سمرہ نے وہ رقم لیکر آیتون کی حسب خواہش معاویہ روایت کر دی ۔

بہر حال یہ معلوم ہو گیا کہ بازار سیاست امویین مین جھوٹی احادیث اور موضوع روایات کی تجارت تھی اور سب سے بڑی جنایت اور سب سے بڑا گناہ جو دین اسلامی مین کیا جا رہا تھا وہ یہ تھا ۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے ـــــ عروہ یعنی لفظویہ جو اکابر محققین و محدثین اہلسنت مین سے تھے انھون نے لکھا ہے کہ ـــــ بہت سے احادیث فضائل صحابہ مین عہد حکومت امویہ مین گڑھے گئے کیونکہ اسی سے لوگ بارگاہ حکومت مین تقرب حاصل کرتے تھے اور وہ یقین کئے ہوئے تھے کہ ان باتون سے بنی ہاشم کی تذلیل ہو گی ۔

فجر الاسلام ج ۱ صفحہ ۲۰ پر ہے ـــــ یہ امر روشن و واضح ہے کہ بہت سی احادیث جو اسوقت موجود ہین اور جو پڑھی جاتی ہین محض تائید دولت امویہ کے لئے بنائے گئے جیسے یہ حدیث جو رسول کی طرف منسوب کی جاتی ہے ۔ کہ معاویہ کے متعلق آپ نے فرمایا اللھم قہ العذاب والحساب وعلمہ الکتاب ، خداوندا تو معاویہ کو عذاب و حساب سے بچا اور اسکو تعلیم کتاب دے " یا یہ حدیث جو عمرو بن العاص نے رسول سے روایت کی ہے ـــــ ان آل ابی طالب لیسوا لی باولیاء ۔ آل ابو طالب ہمارے ولی نہین ۔ اسمین کوئی شک و شبہ نہین کہ یہ تمام احادیث موضوعہ ہین ۔

ان واقعات کے دیکھنے کے بعد یہ امر بدیہی ہے کہ جن لوگون نے امیر المومنین کے لئے یہ کچھ کیا اور اس طرح کے لغویات گڑھے ان لوگون کو کون مانع ہے کہ وہ تکفیر ابو طالب پدر امیر المومنین کیلئے

ایسی ہی ہزاروں روایات، تاکہ ایذائے علیؑ ہو، وضع کر دین کیونکہ ایسی باتون مین ایذائے آل ابوطالب ایذائے شیعیان ابوطالب منظور تھی، اور اس سے ظالم اموئیین کا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا تھا اور وہ اپنے جلے دل کے پھپھولے توڑتے تھے۔

اور جسکے لئے یہ بات آسان ہو کہ وہ شان نزول آیت کی تبدیل چار لاکھ درم دے کے کرادے اور جسکو خوف خدا و رسول و معاد نہو اسکے نزدیک یہ کونسی بڑی بات ہو کہ تکفیر ابوطالب مین جو پدر بزرگوار علی ابن طالب تھے، ہزاروں احادیث موضوع کرا دے اور خزانے اس مطلب مین صرف کر دے۔

کیونکہ اغراض سیاسی دونون مقامات پر متحد ہین آل ابوطالب مین جس غرض سیاسی سے قدح کیجاتی تھی بعینہٖ وہی غرض طعن ابوطالب مین بھی تھی۔

اس محیط جعلی کے پیدا کر دینے کے بعد، اور ایسی فضا بنا دینے کے بعد یہ امر لابدی تھا کہ ان تدابیر اور اس پروپیگنڈے کا اثر پھیلے، چنانچہ پھیلا اور بہت سی روایات موضوعہ حقیقت و وثوق کیساتھ روایت کی گئین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ موجودہ کے راویون کی نگاہون مین ابوسفیان کا پلہ گران نظر آنے لگا اور امیر المومنین کا پلہ فضل سبک ہو گیا۔ یہ کیون؟ صرف اسلئے کہ وہ، علی، ابوطالب، اور شیعیان علی کیلئے قدحی روایات اور طعنی احادیث دیکھتے ہین۔ اسکے ماسوا ان روایات کا نشر اور ان کی کثرت سے یہ فائدہ ہوا کہ زمانہ متاخرہ کے لوگ ان روایات موضوعہ کے صحت کے قائل ہو گئے اور عرفا بھی اس دام فریب مین آگئے جب انھون نے ایسے روایات دیکھے جو قرابت داران ابوطالب سے مروی تھے اور جو اصل مین وضع نسبت کرائے گئے تھے اور اموئیین کی کوششون کے نتائج تھے ورنہ درحقیقت ان روایات کا حقیقی وجود صفحہ عالم سے گم ہے اور یہ چیزین سوا افترا، بہتان تہمت اور الزام کے کچھ نہین جو عہد دولت اموئیین مین گڑھے گئے اور جن سے آخرت بیچی گئی۔

اس فضا نے بہتون کو دھوکہ مین ڈالدیا اور اکثرون کو فریب دیدیا انھین فریب خوردہ لوگون مین فاضل معتزلی بھی ہے۔ کیونکہ انھون نے محمد بن عبداللہ کی وہ تحریر جو آپنے منصور کو لکھی تھی

نقل کی ہے اور کفر ابو طالب مین اسکو متمسک قوی قرار دیا ہے جسکا تحقیقی نقد انشاء اللہ آئندہ آئے گا۔ اسمین فاضل معتزلی نے بغیر فکر و رویت کام لیا ہے اور اسکے صحیح مان لینے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے ہین۔

ان تمام باتون سے جو ہم نے ذکر کین، افشائے راز مخالفت ہوجاتا ہے اور تاریخ تولد نزاع (اسلام ابو طالب) کا پتہ چل سکتا ہے۔

ابو طالب کی تکفیر کرنیوالون کے متمسکات اور ان پر نظر نقد

جن دلائل و اخبار کی بنا پر تکفیر ابو طالب کی جاتی ہے، اگر ہم ان پر ایک انتقادی نگاہ ڈالین تو انکی سستی، کمزوری اور لغویت و سخافت روز روشن کی طرح واضح نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل تحقیق نے ان مزخرفات کی پروا نہین کی مگر ایک گروہ نے ان اخبار غلط پر اعتماد کیا جن کی صحت پر کوئی دلیل نہ تھی اور انھون نے اسکے صحت و سقم کی کوئی پروا نہ کی اور نہ روایات صحیحہ کا تعارض ان روایات غیر صحیحہ کے مقابلہ مین انھون نے دیکھا۔

ایسے چند اخبار و روایات ہین جن پر مسئلہ تکفیر ابو طالبؑ کی اساس قائم کی گئی ہے اور یہی اس قوم گم کردہ راہ کے متمسک ہین۔

(۱) ایک تو وہ روایت ہے جو سعید بن مسیب سے لیگئی ہے۔ اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب وقت انتقال ابو طالب قریب ہوا تو رسول نے فرمایا کہ مین ابو طالب کے لئے یقیناً استغفار کرون گا تو یہ آیت ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم (نبی اور ایمان والون کے لئے یہ بات زیبا نہین کہ وہ مشرکین کے لئے طلب مغفرت کرین چاہے وہ صاحبان قرابت ہی کیون نہون، اسبات کے جاننے کے بعد کہ وہ اصحاب جہنم سے ہین۔) نازل ہوئی۔

اس روایت کا نزول ابوطالب کے لئے بتایا جاتا ہی۔ یہ روایت خود مخدوش السند ہی، یہ شان نزول اسکی ہو نہیں سکتی، کیونکہ روایت مذکورہ ایسی صحیح اور قوی السند روایات سے معارض ہے جو موثق و معتبر ہین اور یہ روایت تین طرح سے ساقط عن الاعتبار ہی۔

۱) سند روایت۔ پہلی بات تو یہ ہی کہ یہ روایت سعید بن مسیب سے لیگئی ہی اور سعید اس قابل نہین کہ اسکی بیان کردہ روایت پر وثوق و اعتبار کیا جائے کیونکہ اسکی عداوت اور اسکا انحراف امیرالمومنین سے بہت مشہور ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج جلد ۱ صفحہ ۳۷۰ مین سعید کے متعلق یون لکھا ہی:۔ "سعید بن مسیب امیرالمومنین سے منحرف تھا" اسکے ماسوا اس عداوت پر دلیل وہ واقعہ بھی ہے جو ابن ابی الحدید نے اسی صفحہ مین درج کیا ہی اور وہ یہ ہی۔

"عبدالرحمن بن اسود نے ابوداؤد ہمدانی سے روایت کی ہی کہ مین ایک روز سعید کے پاس تھا کہ عمر بن علی بن ابیطالب علیہ السلام آئے تو سعید نے ان سے کہا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم مسجد رسول مین نہین آتے جاتے ہو جیسے کہ تمھارے اور بھائی آتے جاتے ہین عمر بن علیؑ نے کہا کیون ابن مسیب کیا جب مین مسجد مین آیا کرون تو تمھین اطلاع کرنے کی ضرورت ہی تاکہ تم جانو کہ مین آیا۔ سعید نے کہا مین یہ نہین چاہتا کہ آپ کو غصہ مین لاؤن اس لئے کہ مین نے آپ کے باپ (علی) کو کہتے ہوے سنا ہی کہ میرے لئے خدا کے نزدیک وہ مقام بلند ہی جو اولاد عبدالمطلب کے لئے باعث خیر و بہتری ہو دنیا کی ہر شے سے۔ یہ سنکر عمر بن علی نے کہا کہ مین نے بھی اپنے باپ کو یہ کہتے ہوے سنا ہے کہ "منافق کی دل مین کوئی کلمہ حکمت نہین رہ سکتا اور وہ اسکا اظہار قبل موت کر دیتا ہی۔ سعید نے کہا کیون؟ آپنے مجھے آخر منافق بنا ہی دیا، کہا ایسا ہی ہی جو مین نے کہا اور کہکے چلے گئے۔

یہ گفتگو اور صریح گفتگو جو عمر ابن علی اور مسیب کے مابین ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ سعید امیرالمومنین کا بیحد مخالف تھا ورنہ ایسی گفتگو ہرگز نہ ہوتی کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی شدید گفتگو ایسی نہوئی تھی جسکا جواب ابن علی یون دیتے کہ اسکو منافق کہدیتے مگر جواب بتاتا ہی کہ عمر ابن علی کو سعید کی صورت اور گفتگو سے غصہ آتا تھا کیونکہ یہ شخص امیرالمومنین کا شدید ترین دشمن تھا

امیر المومنین سے سعید بن مسیب کی انحراف و مخالفت کی حالت اس واقعہ سے بھی جسکو واقدی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور دیگر مورخین نے بھی جسکو نقل کیا ہے صاف روشن و آشکار ہے۔ وہ یہ کہ سید سجاد علیہ السلام کا جنازہ کی طرف سے سعید ہو کے گزرا مگر اس نے آپ پر نماز نہیں پڑھی۔ لوگوں نے اس سے کہا بھی، کہ اس مرد صالح پر جو اہلبیت نبوی سے ہے اور جن کا شمار صالحین میں ہے تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔ تو جواب دیا کہ مرد صالح پر نماز پڑھنے سے دو رکعت نماز الگ پڑھ لینے کو میں زیادہ محبوب سمجھتا ہوں اور اسے ترجیح دیتا ہوں۔

غالباً ابن مسیب کے جرح میں، اور اسکی روایت کردہ الفاظ کو مجروح کر دینے کیلئے روایت مذکور ہی کافی و وافی ہے۔

"شانِ نزولِ آیت"

یہ بات تو اس روایت سے معلوم ہو چکی کہ وقت انتقال ابو طالب رسول نے یہ گفتگو کی اور یوں یہ آیت اتری تو گویا ہجرت کے تین سال پہلے یہ واقعہ ہوا جیسا کہ روایت سعید نص کرتی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ آیت سو کے بعد کی چودھویں ہے اور سورہ توبہ کی آیت ہے اور یہ امر محقق ہے کہ سورہ توبہ ۹ھ ہجری میں اترا اور یوں رسول کے اس قول میں جو ابو طالب کیلئے کہا۔ لا ستغفرن لک) میں تمہارے لئے ضرور استغفار کرونگا۔ اور اس آیت کے نزول میں بارہ برس کا فرق پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں شان نزول آیت ابو طالب کیلئے معین کرنا اگر بعید از عقل اور مقام تعجب نہیں تو اور کیا ہے۔ جیسا کہ اس انتقاد سے ظاہر ہوا۔

سعیدی روایت کا معارضہ ان روایات سے جو باعتبار قوت سند صحیح ہیں

"اسنی المطالب" صفحہ ۱۸ پر ہے کہ امیر المومنین سے روایت ہے اور طریق صحیحہ سے، جسکو امام احمد ترمذی طیالسی، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم،

ابن مردویہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ سبب نزول آیہ استغفار کا یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے آبائے مشرکین کے لئے استغفار کیا کرتے تھے، امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز سنا کہ ایک شخص اپنے والدین کے لئے استغفار کر رہا ہے اور وہ دونوں مشرک تھے، تو میں نے اس سے کہا کہ تو مشرکین کے لئے دعائے استغفار کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ابراہیم نے بھی تو اپنے باپ (چچا) کے لئے دعائے مغفرت کی تھی ۔۔۔ اس واقعہ کو میں (علی) نے رسول سے ذکر کیا تو یہ آیت ماکان للنبی والذین آمنوا ۔ نازل ہوئی ۔ اور یہی روایت (شان نزول کے بارے میں) صحیح ہے۔

اسکا شاہد صحیح وہ حدیث ابن عباس ہے جسمیں انھوں نے ذکر کیا ہے کہ لوگ اپنے آباء کے لئے استغفار کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت ماکان للنبی الخ نازل ہوئی ۔

جب یہ آیت اتری تو مُردوں کے لئے استغفار کا سلسلہ بند ہو گیا اور زندوں کیلئے باقی رہا کیونکہ احیاء سے وہ منع نہیں کئے گئے تھے ۔ پھر آیت وماکان استغفار ابراہیم اتری ۔ جس سے مراد یہ تھی کہ حیات میں استغفار زیبا تھا اور بعد ممات ممنوع ۔ یعنی ابراہیم کا استغفار زندگی آزر تک تھا بعد موت انھوں نے استغفار نہیں کیا۔"

یہ روایت شاہد صحیح ہے، اور جب یہ روایت صحیح ہے تو اس پر عمل بھی ارجح ہے ۔۔۔ اور ارجح یہی ہے کہ آیت ان لوگوں کے لئے اتری جو استغفار آبائے مشرکین کیا کرتے تھے نہ ابوطالب کیلئے ۔"

ایسی صورت میں تکفیر کرنے والوں کا مستمسک، اس روایت سعید بن مسیب سے جسکی نہ سند صحیح ہے اور نہ وہ شان نزول آیت ہی کے مطابق ہے، اور پھر اس روایت کا معارض جو صحیح روایات ہیں وہ موجود ہے ۔ جادہ انصاف سے گمراہی، اور ہٹ دھرمی کے سوا اور کیا ہے؟

اسکے ماسوا یہ مستمسک خلاف اہل تحقیق بھی ہے ۔۔۔ جیسے زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اس آیت کے ذیل میں یہ کہدیا کہ یہ آیت ابوطالب کی شان میں ہرگز نازل نہیں ہوئی اور نہ اس روایت کی کوئی صحت ہے ۔۔۔ اور جیسے علامہ سید محمد بن رسول برزنجی نے بعد تفحص و تحقیق لکھدیا۔

جسکو بنی المطالب کے صلا پر مندرج کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگون کے آبا کے متعلق اتری جن کو حالت کفر مین موت آئی تھی اور ان کی اولاد ان کے لئے استغفار کیا کرتی تھی"۔

"تکفیر کرنے والون کا دوسرا تمسک"

یہ ہے کہ چونکہ رسول اپنے چچا ابوطالب سے زیادہ محبت کرتے تھے، اور اسی محبت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ چاہتے تھے کہ وہ ایمان لے آئین چنانچہ جب رسول نے تلقین ایمان ابوطالب کو کی تو انھون نے انکار کیا اور یہ آیت انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء وهو اعلم بالمهتدين ـ نازل ہوئی ـــــ یہ لوگ اس آیت سے احتجاج کرتے ہیں اور شان نزول اسکا ابوطالب کیلئے بتاتے ہین جیساکہ زجاج اجماع مسلمین کے دعوے کے ساتھ اسکی حکایت کرتا ہے۔

یہ اجماع جسکا دعویٰ کیا گیا ہے یہ قابل صد مضحکہ ہے، کیونکہ گروہ شیعہ امامیہ جو سب سے بڑا فرقہ اسلامی ہے وہ اس آیت کا نزول ابوطالب کیلئے نہین روایت کرتا اور ان ائمہ کرام کا اتباع کرتے ہوئے جو خازن علم رسول، عارف بالصواب تھے اور جن کے گھر مین کتاب خدا نازل ہوئی تھی۔ جب یہ گروہ اس قول رکیک کی مخالف جارہا ہے تو اجماع مسلمین کا دعویٰ یعنی چہ؟ البتہ یہ ممکن ہے کہ گروہ شیعہ امامیہ اور ائمہ اہل بیت کو اسلامی گروہ سے خارج کردیا جائے اور صرف اشاعرہ وغیرہ مین اسلام محدود کردیا جائے تو شاید یہ دعوائے اجماع صحیح ہوسکے اور یہ اخراج خلاف عادت بھی نہو گا جیساکہ انھون نے ابوطالب کو دائرہ اسلام سے خارج کرکے دکھاہی دیا۔

یہ ہے ان لوگون کے اجماع کی حالت اور یہ ہے اسکی حقیقت

رہ گئے وہ اخبار جو آیات کے نزول کو ابوطالبؑ کے لئے بتاتے ہین۔ سو وہ ایسے اخبار واحادیث سے معارض ہوگئے ہین جنھون نے انکی حجیت کو ساقط کردیا ہے ـــــ چنانچہ ابوالمجد ابن رشاد واعظ واسطی نے اپنی کتاب "اسباب النزول" مین حسن بن فضل سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیت مذکورہ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے بارے مین نازل ہوئی کیونکہ

نبی، ان کو اور انکے اسلام کو دوست رکھتا تھا ــــ آیت مذکورہ کے بعد والی آیت پر اجماع اتفاق مسلمین ہے جسمین کوئی استثناء نہین اور انھین حسن بن فضل سے اسکی بھی روایت ہو کہ یہ بعد والی آیت حارث بن عثمان کے باب مین اتری ۔ اس سے قول اول اور بھی موید ہو جاتا ہے اور اسبات کا پتہ چلتا ہو کہ درحقیقت وہ آیت جسکی شان نزول ابوطالب کیلئے بیان کی جاتی ہے وہ حارث بن عثمان کے لئے اتری نہ حضرت ابوطالب کیلئے مگر چونکہ ایک گروہ کا گروہ آپ سے منحرف ہو لہذا آپ ہی کے لئے اسکی روایت کر دی گئی ۔

بہر حال قوم کیلئے اسباب نزول آیت سے جاہل ہونا، اور ابوطالب سے منحرف ہونا اور آل رسول کا دشمن ہونا، یہ تمام باتین اسبات کے لئے کافی یقین کہ وہ آیت مذکورہ کو ابوطالب کے لئے روایت کر دی چنانچہ انھون نے ایسا ہی کیا۔ اللھم احکم بیننا وبین الذین ظلموا عم رسولک الکریم بالحق وانت خیر الحاکمین ۔

”ایک تیسرا استمسک“

تکفیر ابوطالب کرنیوالون کا ایک دعوائے بلا دلیل یہ بھی ہو کہ آیت ”انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا ولا تسئل عن اصحاب الجحیم“ حضرت ابوطالب کے لئے نازل ہوئی (معاذ اللہ)

یہ تمسک بھی بس ویسا ہی ہے جیسا کہ نظر آ رہا ہے ۔ اس آیت کے ماقبل ومابعد والی آیات کو اگر بغور نہین صرف سطحی حیثیت سے بھی دیکھا جائے گا تو یہ امر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ آیت مذکورہ یہودیون کے لئے اتری ۔ اگر اسکے ماسوا کوئی اور قول اختیار کر لیا جائے تو علاوہ کذب غلط ہونے کے نظام آیات مین برہمی اور جزالت نظم قرآنی مین ابتری رونما ہو جاتی ہے اور ایسی کر جو کسیطرح کلام الٰہی کی طرف نہین منسوب کیجا سکتی ۔

یہی وہ قول ہے جسکو ابوحیان نے بھی اختیار کیا ہے اور اسی کی طرف ابو سعود نے اپنی تفسیر

مین بھی اشارہ کیا ہے اسکے ماسوا یہ گمان فاسد (نزول آیت ابوطالب کیلئے) وہ گمان ہو اور ایسا خیال باطل ہو کہ جسکے خلاف پر تمام مفسرین نے اتفاق کیا ہے۔ اس طرح کہ انھون نے متعدد اور مختلف باتین نزول آیت کے متعلق لکھی ہین اور کسی ایک جگہ بھی یہ قول ضعیف نہین تھا۔ جیساکہ تفسیر رازی زمخشری، بیضاوی ابوسعود، اور در منثور وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت ابوطالب کیلئے حتماً وجزماً نہین ہو اور نہ اس کا کہین عین واثر ہے۔ بس صرف ان لوگون کا دعوی ہی دعوی ہو جو دلیل سے بھی مجرد ہو۔ درحقیقت حق سے کترا کے چلنے مین یہی ہوتا ہو کہ رائے فاسد ہو جاتی ہے اور قوت فکر وداع ہو جاتی ہے۔

"چوتھا مستمسک"

یہ ہو کہ رسول وقت نزع ابوطالب تشریف لائے، ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ مخزومی حضرت ابوطالب کے پاس تھے۔ رسول نے فرمایا کہ "اے چچا کہئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تاکہ اس کلمہ سے مین آپکے اسلام پر حجت قائم کرون۔ یہ سنکر ابوجہل اور عبداللہ نے کہا، کیون ابوطالب کیا دین عبدالمطلب سے پھر جاؤگے؟ اس کلمہ کو یہ دونون باربار کہتے رہے، یہانتک کہ ابوطالب نے آخری الفاظ یہ جاری کئے کہ وہ دین عبدالمطلب پر ہین، اور کلمہ شہادت نہین جاری کیا"۔

سمجھ ہی مین نہین آتا کہ روایت مذکورہ بالا باوجود اس وھن وکمزوری کی جو اسمین موجود ہو کیونکر اس قابل ہوگی کہ کوئی مستدل اس سے استدلال قائم کرے یا وہ مقام حجت مین لائی جائے اور پھر اسوقت جبکہ یہ امر نمایان ہے کہ سلسلہ روایت مین اور سند رجال مین اسحاق بن ابراہیم راہویہ اور معمر بن راشد ایسے غیر معتبر اشخاص موجود ہین، یہ دونون وہ ہین جنھین ذہبی نے میزان الاعتدال مین کم مایہ سمجھا ہے اور جن کا بلحاظ اعتبار سبک قرار دیا ہے۔ اسی لئے ذہبی یون کہتا ہے:-

ابوعبید آجری کہتا ہے کہ مین نے ابوداؤد سے سنا وہ کہتے تھے کہ اسحاق بن ابراہیم دو مہینہ کہ مرنے سے پانچ مہینہ قبل انکا حافظہ کمزور اور انکا دماغ متغیر ہو چکا تھا، اس زمانہ مین

جو کچھ میں نے انسے سنا وہ قابل اعتبار و وثوق نہ تھا، اور ہمارے بزرگ مجاہد نے ایک حدیث اسحاق بن ابراہیم سے نقل کی اور کہا کہ یہ اسوقت کی ہے جب انکا دماغ مختلط ہو چکا تھا۔"

یہ تو اسحاق بن ابراہیم کا حال ہے، اب ملاحظہ کیجئے کہ دوسرا راوی اس سلسلہ کا ذہبی کے نزدیک کیسا ہے، چنانچہ وہ میزان الاعتدال میں یوں لکھتے ہیں:۔

"معمر بن راشد کے لئے اوہام تھے جو بہت مشہور ہیں، ابو حاتم نے کہا کہ معمر نے جتنی بھی حدیثیں بصرہ میں بیان کی ہوں وہ سب غلطیوں سے معمور ہیں۔"

اب راویوں کے جرح و قدح سے قطع نظر کرتے ہوئے یوں دیکھئے کہ روایت مذکور اس روایت سے معارض ہو رہی ہے جو کبھی ابن عباس سے متعدد اسناد کے ساتھ مروی ہے اور کبھی ابو بکر بن ابی قحافہ سے مروی ہے، وہ یہ کہ حضرت ابو طالب کو موت نہیں آئی مگر یہ کہ انھوں نے اپنی زبان پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری کر لیا۔"

اسکے ماسوا اگر یہ روایت تسلیم بھی کر لی جائے تو ہمارے مخالف کیلئے مفید نہیں ہو سکتی بلکہ مضر ثابت ہوگی۔ اسلئے کہ اس روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ پتہ چلا کہ رسول نے ابو طالب سے یہ سوال کیا کہ وہ کلمہ توحید مرتے وقت زبان پر جاری کریں تاکہ آخر نفس ابو طالب اس کلمہ پر ختم ہو، اور رسول شاہد ہوں جیسا کہ سنت رسول آج تک قائم ہے کہ آخر وقت میں اقرار توحید لیا جاتا ہے عام اسکے کہ وہ تقریر ہو یا تحریر ا۔ (ورنہ ظاہر ہے کہ وقت ختم عمر اقرار توحید کیا مفید تھا۔ مترجم)

۔ لہٰذا رسول کا کلمہ توحید ابو طالب سے طلب کرنا اسلئے نہ تھا کہ وہ اسوقت سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور معاذ اللہ اسکے قبل کافر تھے، بلکہ یہ سنت رسول تھی اور ابو طالب اول زمانہ ہی سے مسلم تھے۔

مگر چونکہ قریش کے سرکش اور متمرد افراد کے سامنے، جیسے ابو جہل، یہ سوال تھا، اور انھیں یقین تھا کہ ابو طالب انھیں کے مذہب پر ہیں لہٰذا حضرت ابو طالب نے بھی اجمال سے کام لیا تاکہ جابرہ قریش کو انکا وہم باقی رہے کہ وہ انھیں کے دین و مذہب پر ہیں، یہ اسلئے تھا کہ مصلحت حفاظت

رسالت ہاتھون سے نجانے پائے جعہ

عہ ابوطالب کا اس سیاست پر عمل کرنا اسکی تصدیق وہ روایت صحیحہ کرتی ہی جو رسولؐ سے مروی ہی کہ آپنے فرمایا کہ اصحاب کہف نے اپنے ایمان کو چھپایا اور کفر کو ظاہر کیا لہذا خدانے انکو دو مرتبہ اجر دیا اور ابوطالبؑنے ایمان کو چھپایا اور شرک کو ظاہر کیا لہذا خدانے ان کو بھی دو مرتبہ اجر سے سرفراز کیا۔ اسی سیاست ابوطالب کی طرف علامہ سید علی خان نے اپنے قصیدہ مین اشارہ کیا ہے۔ جو انکے دیوان مین موجود ہے۔ اور کتاب درجات رفیعہ مین بھی ہے۔

ابوطالب عم النبی محمد　　　بہ قام ازر الدین واشتد کاهله

ابوطالب رسول کے چچا وہ ہین جن سے دین کی کمر سیدھی ہوگئی اور دین کے بازو مضبوط ہوگئے

ویکفیہ فخرا فی المفاخر انہ　　　موازرہ دون الانام وکافله

ان کے فخر کیلئے یہی امر کافی ہے کہ رسولؐ کے مددگار اور انکے متکفل صرف وہی تھے

لقد جھلت قوم عظیم مقامہ　　　فما ضر ضوء الصبح من ھو جاھله

ایک قوم نے آپکے مرتبہ عظیم کو نہ سمجھا، تو اگر صبح کی ضیاء سے کوئی جاہل ہو تو صبح کا کیا بگڑے گا

ولولاہ ما قامت لاحمد دعوة　　　ولا انجاب لیل الغی وانزاح باطله

اگر ابوطالب نہوتے تو نبی کی دعوت حق کا قیام ناممکن تھا نہ گمراہی کی رات کی تاریکی ہٹتی اور نہ باطل مٹتا

اتو بدین اللہ سر الحکمة　　　فقال عدو اللہ ما ھو قائله

ابوطالبؑنے پوشیدہ طور سے دین حق کا اقرار کیا اسمین حکمت و مصلحت پنہان تھی، مگر دشمنان خدا نے جو کہنا تھا کہا

وما ذا علیہ وھو للدین عصمة　　　اذا عصفت من ذی العناد اباطله

ابوطالبؑ کیلئے کیا نقصان ہے، اگر دشمنونکی چالین ترو ہیں کیونکہ وہ محافظ دین ہین

وکیف یحل الذم ساحة ماجد　　　اوائلہ محمودة واواخله

اس بزرگ کے ساحت عزت و مجد تک برائیان کیونکر جاسکتی ہین جبکہ اسکا اول و آخر ممدوح و محمود ہو

علیہ سلام اللہ ما ذر شارق　　　وما تلیت لصاحبہ وفضائله

ابوطالب پر خدا کا سلام جبتک آفتاب چمکے اور جب تک ان کے اصحاب فضائل کی تلاوت ہو یعنی ہمیشہ

شب تاریک باطل دہر مین بڑھتے ہی جاتی تھی
ابو طالب کی نور محمد سے سحر پیدا

جو کچھ جناب ابو طالب نے فرمایا تھا، اس جواب کے دو پہلو تھے یہ فرمایا کہ "وہ دین عبد المطلب پر ہین" اس تصریح مین سرکشان قریش کے لئے سکون قناعت بھی مضمر تھا (کیونکہ قریش کا خیال یہی تھا کہ جناب عبد المطلب ان کے دین پر تھے) اور رسالتمآب کے سوال کا جواب کنائی بھی تھا کیونکہ حضرت ابو طالب نے یہ جواب دیکے کہ "مین دین عبد المطلب پر ہون" اقرار وحدانیت الٰہی کیا، جو رسول کو معلوم تھا کہ ہر وہ شخص جو دین عبد المطلب پر ہوگا وہ موحد ہوگا — : ہم نے بھی عنوان "مولد ومنشاء ابو طالب" مین ان باتون کو ذکر کردیا ہے جن کو مورخین نے لکھا ہے اور جو ایمان عبد المطلب پر صریحی گواہ ہین اور جن سے ایمان حضرت عبد المطلب دلیل قطعی کے ساتھ ثابت ہوچکا ہے بلکہ ایمان آباے رسول پر بھی وہ براہان روشن ہین اور اس پر اجماع گروہ امامیہ کثر اللہ امثالہم، ہے بلکہ غیر گروہ امامیہ بلکہ اکثر علماے فریق مخالف بھی اسی قول پر قائم ہین کہ یہ لوگ مومن تھے اور انھون نے اس مطلب پر رسائل لکھے ہین اگر کسی کو دیکھنا ہو تو سیوطی کے تالیفات اس باب خاص مین دیکھیے۔

درحقیقت حضرت ابو طالب نے حال نزع مین رسول کے سوال پر صرف جواب کنائی پر اکتفا نہین کی، یہ جواب تو تقیۃً اور اضطراراً تھا کیونکہ فراعنہ قریش کی نشست اسوقت تھی۔ مگر اسکے بعد حضرت ابو طالب اس امر کے کوشان رہے کہ کسی طرح سے کلمہ شہادت تصریحی حیثیت سے جاری کردون اور مہلت کے منتظر رہے۔ چنانچہ آخری الفاظ آپ کے (اسوقت جب آپکا دم نکل رہا تھا اور مشرکین قریش، جو آپکے دشمن تھے جاچکے تھے) اسوقت آپنے تصریحاً کلمہ شہادت جاری فرمایا اور اقرار وحدانیت باری کیا اور اعتراف رسالت فرمایا — اس مطلب پر وہ روایت دلیل ہے جو عباس عم رسول سے مروی ہے وہ کہتے ہین کہ جب ابو طالب کا وقت آخر ہوا تو مین نے دیکھا کہ ان کے لبون کو حرکت ہے جب مین نے اپنے کان ہونٹون کے قریب کیے تو مین نے سنا کہ کلمہ شہادت پڑھ رہے ہین اور اقرار وحدانیت ورسالت کر رہے ہین جب مین نے یہ سنا تو رسول سے پکار کے کہا — "تو بھتیجے

رسول) اسوقت جس کلمہ کا تم نے حکم دیا تھا ابو طالب کی زبان پر اسوقت وہی جاری ہے۔"

عباس نے اس شہادت کا اقرار اپنے اسلام لانے کے بعد کیا اور کہا کہ ابو طالب نہیں مرے مگر یہ کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری کر چکے تھے۔

اب ہمارا اور ابو طالب کا دشمن شہادت عباس میں کوئی جرح نہیں کر سکتا یعنی اس شہادت میں ـــــــ : یا ابن اخی واللہ لقد قال الکلمۃ التی امرتہ بھا۔ اے میرے بھتیجے دیکھو ابو طالب نے وہ کلمہ اپنی زبان پر جاری کیا جسکا تم نے حکم دیا تھا کیونکہ یہ گواہی عباس کی حالت کفر کی گواہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ ان واقعات سے بھی اسلام ابو طالب واضح ہے۔

ایک اور مستمسک

منجملہ مستمسکات مکفرۃ کے ایک حدیث ضحضاح بھی ہے جو فریق مخالف میں بعید مشہور ہے اور پھیلی ہوئی ہے اور وہ یوں ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے رسول سے کہا کہ ما اغنیت عن عمک ابی طالب فی اللہ کان یحوطک ویغضب لک۔ ترجمہ آپنے ابو طالب کو فائدہ پہونچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لئے غصہ کرتے تھے تو آپنے کہا کہ (معاذ اللہ) ھو فی ضحضاح[ع] من نار ولو لا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار (ترجمہ) ترک کرتا ہوں کہ سوا اوب ہے اسمیں اتنا ہی عذاب تجویز کیا گیا ہے جو نوشیروان عادل اور حاتم کے لئے ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں جو ابو سعید خدری سے مروی ہے یہ ہے کہ انھوں نے رسول کو کہتے ہوئے سنا اسوقت جب رسول کے سامنے حضرت ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ شاید چچا ابو طالب کو میری شفاعت کام آجائے اور وہ صرف گٹون تک۔ میں رہیں جس سے ان کا دماغ جوش کھاتا رہے (یہ تقلیل عذاب بعد شفاعت اور شفاعت بھی اس نبی کی ہے جو جنت میں اپنی شفاعت سے پہونچا سکتا ہے۔ مترجم)

ع ضحضاح کلام عرب میں اس پانی کو کہتے ہیں جو گٹون گٹون ہو، یہاں آگ اور کم آگ کے لئے استعارہ کیا گیا ہے۔

بعینہ ایک لفظ زائد کے ساتھ یہی حدیث دوسرے اسناد کے ساتھ ذکر کی گئی ہے اور اس مین بجائے "دلغ" کے "ام دلغ" ہے۔

اس روایت کے لکھنے کے بعد جو دو طرح سے ہے اب ہمین اسکے اسناد دیکھنے ہین، چنانچہ ہمنے اسکے رواۃ پر نظر کی اور ہمین حدیث اول کے سلسلہ مین "سفیان ثوری" ملتے ہین جو عبد الملک بن عمیر" سے روایت کرتے ہین۔

یہ سفیان وہ ہین جنکا شمار مدلسین مین ہے اور جو کذابین سے جمع و روایت حدیث کیا کرتے ہین، رہ گئے عبد الملک بن عمیر یہ وہ ہین جن کے روایات ضعیف کہے جاتے ہین اور جن کو امام احمد شخص غلط گو تجویز کرتا ہے اور یہی کافی ہے۔

میزان اعتدال مین ذہبی کا قول ہے "سفیان ثوری وہ ہین جو بیان روایت مین تدلیس کیا کرتے تھے اور ضعفاء سے روایت کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کذابین اور جھوٹون سے اخذ روایات کرتے تھے" عبد الملک بن عمیر کے متعلق یہی ذہبی لکھتے ہین ——: "عبد الملک بن عمیر قاضی کوفہ ان کو امام احمد نے غلط گو کہا ہے اور ضعیف جانا ہے اور ابن معین نے کہا کہ یہ خلط روایت کیا کرتے تھے اور ابن خراش نے کہا ہے کہ یہ "شعبہ" کے نزدیک ناپسندیدہ تھے (انہی جھوٹ کیوجہ سے) اور کوسج نے کہا ہے کہ احمد نے ان کو بہت زیادہ ضعیف سمجھا ہے اور جب ابن جوزی نے ابن عمیر کا تذکرہ کیا ہے تو تمام وہ جرح و تعدیل جو اسکے لئے ہین ذکر کئے ہین"

اور یہی سلسلہ اولی مین حدیث ثانی کے "عبد اللہ بن یوسف تنیسی" ہین جو "لیث بن سعد" سے اور وہ "یزید بن عبد اللہ بن الہاد" سے روایت کرتے ہین بعدہ یہ تینون راوی وہ ہین جن کی روایات مین علما کے نزدیک اتنا بھی وزن نہیں جتنا کہ پرکاہ مین ہے۔

میزان الاعتدال ذہبی مین ان لوگون کے لئے یون لکھا ہے۔

عبد اللہ بن یوسف تنیسی ۔ ان کو ابن عدی نے کامل مین ضعفا کے صف مین جگہ دی ہے۔"

رہ گئے لیث انکے لئے ابن معین نے کہا ہے کہ یہ سہل انکاری فرمایا کرتے تھے شیوخ روایت اور سماع

روایت ہیں اور علامہ نباتی نے جو کتاب کامل پر ذیل لکھی ہے اسمیں ان کا ذکر کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کامل وہ کتاب ہے جو راویان ضعیف کے متعلق لکھی گئی ہے"۔

رہ گئے "ابن الہاد" یعنی یزید بن عبد اللہ، تو جہاں راویان مجروحین موطا کا تذکرہ ہے اسمیں ان کا نام بھی موجود ہے"۔ یہاں تک میزان الاعتدال ذہبی کی عبارت کا مفہوم ہے۔ اب رہ گیا سلسلۂ ثانی روایت اسمیں ایک صاحب عبد العزیز بن محمد دار وردی ہیں جو "ابن الہاد" سے اخذ روایت کرتے ہیں۔ اور ابن الہاد کے متعلق ابھی ابھی بہ شہادت ذہبی معلوم ہو چکا کہ صف رواۃ ہیں ان کا کیا پایہ ہے۔ رہ گئے عبد العزیز دار وردی سو ائمۂ قوم کے نزدیک انکی بھی روایت قابل وثوق نہیں جیسا کہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتا ہے ۔۔۔۔ : "عبد العزیز بن محمد دار وردی کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں کہ جب وہ حدیث اپنی یاد پر بیان کرتا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں ہوتی اور اسمیں باطل ہی باطل ہوتا ہے۔ اور ابو حاتم یہ رائے دیتے ہیں کہ عبد العزیز کا قول نہ قابل وثوق ہے نہ لائق احتجاج۔

اب اگر فرض کیا جائے کہ خصم نے ان روایات کی توثیق کا ارادہ کیا ہو تو ظاہر ہے کہ ہمارا حریف مجوج نظر آتا ہے جیسا کہ اصول فقہ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ترجیح جانب جارح کو ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ظاہر ہے کہ کیسی روایات سے تمسک ایسے مطالب اہم میں کیونکر جائز ہو سکتا ہے درانحالیکہ اس روایت کے راویوں کی حقیقت اور ان کا پایۂ نگاہ ائمۂ قوم میں جو کچھ تھا وہ ظاہر کر دیا گیا۔ بہر حال ان تمام واقعات سے پتہ چلا کہ یہ روایات بالکل موضوع اور صحت سے کوسوں دور ہیں۔

اسکے علاوہ ان روایات کی تکذیب اور روایات صحیح سے بھی ہوتی ہے جو ائمۂ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہیں اور جہاں بحمد اللہ کوئی شائبہ کذب نہیں۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنی صحابی خاص "یونس" سے پوچھتے ہیں کہ کیوں یونس اعدائے خدا ابو طالب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یونس نے کہا کہتے ہیں ابو طالب گٹون گٹون آگ میں ہیں جسکی وجہ سے آپ کا دماغ (معاذ اللہ) جوش کھا رہا ہے"۔

امام نے فرمایا " خدا اعدائے دین سے سمجھے ، ابوطالب رفقائے انبیا ، رفقائے صدیقین ، رفقائے شہدا اور رفقائے صالحین مین سے ہین " اور جناب محمد باقر علیہ السلام سے جب اقوال عوام الناس حضرت ابوطالبؑ کے متعلق بیان کئے گئے اور یہ روایت " ضحضاح " ذکر کی گئی ، تو فرمایا " اگر ایمان ابوطالبؑ ایک پلہ مین اور ایمان عالم دوسرے پلے مین رکھا جائے تو ایمان ابوطالبؑ کا پلہ گران نکلے گا ۔

پھر فرمایا کہ کیا ان اتہام لگانے والون کو اسکی خبر نہین کہ حضرت امیرالمومنین اپنے حیات مین عبداللہ اور ابوطالب کی طرف سے حج کا حکم فرماتے تھے اور وصیت بھی اسکے متعلق کر گئے ۔ اور خود یہ خبر سند صحیح کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے بھی مروی ہے ۔ کیا یہ دلیل اسلام نہین ؟

اور بھی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے جب یہ حدیث ضحضاح پوچھی گئی تو فرمایا " بڑا تعجب ہے کہ لوگ اتنا نہین سمجھتے کہ خداوند عالم نے کسی مسلمہ عورت کے عقد نکاح کو کافر سے منع کیا ہے اور رسول کو نہی فرمائی ہے ، اور جناب فاطمہ بنت اسد کا شمار ان عورتون مین تھا جو سابقۃ الاسلام تھین اور آپ دم مرگ نکاح ابوطالب مین رہین ؟ کیا قوت استدلال ہے سبحان اللہ اللھم صل علی محمد و آل محمد

اے معاذ اللہ کہین یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اہلبیت عصمت و طہارت اپنے آبائے کرام کیلئے وہ باتین کہین جو انکے لئے حقیقتاً نہون کیونکہ وہ معنی قرآن و عدیل قرآن مین وہ قرآن کہ جہان سے باطل کوسون دور ہے اور ان کا معنی قرآن ہونا بنص حدیث ثقلین ثابت ہے ، لہذا یہ لوگ نظیر قرآن ہین جو خطا سے کوسون دور اور صواب سے بیحد قریب ہین اور وہ وہ ہین جو رجس و باطل سے منزہ اور مطہر ہین جیسا کہ آیت تطہیر کا مفہوم ہے ۔

چھٹا متمسک

تکفیر جناب ابوطالب علیہ السلام کیلئے ایک روایت موضوعہ اور بھی بیان کرتے ہین جسکو سفیان بن عیینہ نے ابواسحاق سے اور انھون نے ناجیہ بن کعب سے روایت کی ہے ، اور وہ یہ ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین بعد انتقال حضرت ابوطالب رسول کے پاس گیا اور عرض کی

کہ آپ کے بوڑھے اور گمراہ چچا (معاذ اللہ) نے انتقال کیا ہے ــــ تو رسول نے فرمایا کہ جاؤ انھیں دفن بھی کردو وغیرہ وغیرہ۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اس روایت وحدیث کے رجال سند کو پرکھیں تاکہ صاحب بصیرت ان راویوں سے مطلع رہے۔ پھر قبول وعدم قبول روایت پر حکم لگایا جا سکے گا۔

سب سے پہلا راوی ابن عیینہ ہے انکا "مدلس" ہونا اور ان کی تدلیس ظاہر ہے جیسا کہ ذہبی نے "میزان اعتدال" میں لکھا ہے۔

رہ گئے عبد اللہ ابو اسحاق سبیعی، انکا شمار "محدثین سوء" اور رشوت خوار شیوخ میں ہے اور یہ ان لوگوں میں ہیں جو دولت معاویہ سے ایک ماہواری رقم پایا کرتے تھے، اور ان کا کام صرف یہ تھا کہ یہ احادیث گڑھیں اور رسول کی طرف منسوب کریں اور وہ ایسی حدیثیں ہوں جو سلطنت اموی کی موید ہوں اور آل ابو طالب کیلئے باعث ذلت وحقارت ہوں۔ چنانچہ ذہبی "میزان" میں لکھتا ہے۔

"ابو اسحاق سبیعی کو ہر ماہ بارگاہ معاویہ سے تین سو ملا کرتے تھے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن جریر نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ حدیث اہل کوفہ میں فساد وتغیر کا پیدا کرنے والا صرف ابو اسحاق ہی ہے"

یہ بات جو ذہبی نے بیان کی یہ طرح روایت ابو اسحاق کیلئے کافی ہے ــــ اب ہم قارئین کرام کو علاوہ ذکر شدہ باتوں کے، اس مخصوص بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور اس خصوصیت روایت کی طرف ملتفت کرنا چاہتے ہیں جو سفیان بن عیینہ نے ابو اسحاق سے کی ہے تاکہ لوگ اس سے بصیرت حاصل کریں اور مطلع رہیں، اور وہ یہ ہے جسکی حکایت "میزان" میں نسوی سے کی گئی ہے۔ چنانچہ ذہبی کہتا ہے۔

"ابن عیینہ یعنی سفیان نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو اسحاق نے مسجد میں اور وہاں کوئی تیسرا شخص ہمارے علاوہ نہ تھا۔ تو فسوی نے کہا "بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ابو اسحاق کا دماغ کچھ خراب ہوگیا تھا اور انھوں نے ابن عیینہ کے ساتھ ہی سا تھ اس سے روایت لینا بھی اسی اختلاط ذہن کی وجہ سے ترک کردیا"

اس مطلب کا خلاصہ توضیح یہ ہوا کہ قوم سند وہ روایتیں یعنی متروک کر دیں جو ابو اسحاق سے ابن عینیہ یعنی سفیان نے لیں تھیں اسلئے کہ سفیان نے اسیوقت انسے احادیث لئے جب ابو اسحاق کا دماغ چل گیا تھا۔

اس اختلاط ذہن پر یہ تاریخی حیثیت اور روشنی ڈالتی ہے کہ ابن عینیہ کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی ہو اور ابو اسحاق کی موت ۱۲۹ھ میں ہوئی ہے یا اس سے بھی پہلے۔ اس مطلب سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ابن عینیہ نے ابو اسحاق سے اسی زمانہ میں روایت کی جب ان کا دماغ خراب ہو چکا تھا، لہذا جو کچھ حدیثیں سفیان نے ابو اسحاق سے لیں وہ سب کی سب نتیجہ جنون تھیں اور لغو تھیں۔

اب رہ گیا تیسرا راوی یعنی "ناجیہ بن کعب" ان کے متعلق ذہبی بیان کرتا ہے۔

"ابن حبان نے ناجیہ بن کعب کی توثیق سے توقف کیا ہے اور جوزجانی نے اسکا شمار ضعفا میں کیا ہے اور اسکو مذموم جانا ہے۔ اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ ناجیہ بن کعب سے کسی اور نے بھی روایت کی ہو سوا ابو اسحاق کے۔"

یہ ابو اسحاق وہی ہیں جنکا نقد ابھی ابھی کیا جا چکا اور یہ وہی ہیں جو روایت کے گڑھنے کیلئے بہت مشہور ہوا اور یہ راجیہ بنائے گئے تھے۔

یہ تو ہے رجال سند کا حال، پھر اس پر طرہ یہ کہ یہ روایت معارض ہے اس روایت کے جو ابن عساکر نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ میں نے رسول کو ابو طالب کے مرنے کی خبر پہونچائی تو آپ رونے لگے اور مجھے حکم دیا کہ جاؤ انکی تجہیز و تکفین کرو، خدا ابو طالب کو بخشے اور ان پر رحمت نازل کرے۔

ساتواں متمسک

یہ بات بھی حضرت ابو طالب کے کفر کے اثبات میں کہی جاتی ہے کہ علیؑ اور جعفر نے اپنے باپ ابو طالب کا ترکہ نہیں لیا۔ تو گویا معاذ اللہ حضرت ابو طالب کافر تھے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ رسول نے فرمایا کہ

لاتوارث بین اھل ملتین یعنی دو ملتوں (اسلام و کفر) کے درمیان توارث نہیں۔"

اس تمسک کی بھی سخافت و رکاکت ظاہر ہے اسلئے کہ اگر معاذ اللہ کفرہ کا مدعا مان بھی لیا جائے تو یہ اسبات کا مستدعی نہیں کہ علی و جعفر علیہما السلام ترکہ ابو طالبؑ نہ لیں۔ اسلئے کہ یہ امر بدیہیات مذہب اہلبیت علیہم السلام سے ہے کہ "مسلم کافر کی میراث لے سکتا ہے اور کافر مسلم کا ترکہ نہیں لے سکتا۔" اور یہی مطلب "لاتوارث بین اھل ملتین" کا ہے کیونکہ معلوم ہے کہ "توارث" کے معنی یہ ہیں کہ طرفین اس فعل میں شریک ہوں یعنی کافر مسلم کا اور مسلم کافر کا وارث ہو، اور جب ایک طرف سے توارث ہو گا اور دوسری طرف سے نہ ہو گا، تو "توارث" نہ صادق آئے گا جیسے یہ کہ مسلم کافر کا ترکہ لے سکتا ہے مگر کافر مسلم کا ترکہ نہیں لے سکتا۔"

لہٰذا علی و جعفر علیہما السلام کا ترکہ ابو طالب علیہ السلام نہ لینا دلیل مدعائے دشمن نہیں ہو سکتا۔

آٹھواں مستمسک

" یہ بات بھی تکفیر ابو طالب میں پیش کیجاتی ہے کہ آپ کے متعلق کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے اس امر کا پتہ چلے کہ آپ نماز پڑھتے تھے، اور نماز ہی وہ شے ہے جو مومن اور کافر میں امتیاز کرتی ہے۔"

اس شبہ کے جواب میں ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے ——— "ممکن ہے ایسا رہا ہو کیونکہ نماز اسوقت تک فرض نہیں ہوئی بلکہ نفل تھی جسکا دل چاہے پڑھے اور جسکا دل چاہے نہ پڑھے، اور نماز اگر واجب کی گئی تو بعد میں۔"

اسکے ماسوا اس قسم کی روایت کا نہ ملنا اسبات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ حضرت ابو طالبؑ نماز نہیں پڑھتے تھے خصوصاً حضرت ابو طالب کی ذات کے لئے جو قریش سے مصلحۃً شعائر اسلامیہ کو چھپاتے رہتے تھے، کیا یہ نہیں ممکن کہ وہ پوشیدہ طور سے نماز پڑھتے رہے ہوں، کیونکہ اسوقت میں تقاضائے سیاست ابو طالب یہی تھا اور مصلحت حفاظت اسلام اسی کی داعی تھی۔

ابن ابی الحدید اور ہم

جو بھی کچھ ہو، ایمان ابو طالبؑ مین، ابن ابی الحدید کا جادہ اعتدال سے منحرف نظر آنا اور توقف کرنا نہ کسی شمار مین آتا ہے اور نہ قابل اعتناء ہے۔ یہ مذہب ابن ابی الحدید، اسوقت ہی جب وہ ابو طالب کیلئے وہ واقعات اپنی کتاب مین لکھ چکے ہین جس سے راستہ صاف نظر آرہا ہے، اور ان اشعار کو نقل کر چکے ہین جو صریحی آپکے ایمان پر دلیل ہین، اور ان اخبار کا ذکر کر چکے ہین جو شاہد عادل کی حیثیت سے ایمان ابو طالب پر گواہی دے رہی ہین۔ ایسی صورت مین ایمان ابو طالبؑ مین توقف کرنا اور یہ کہنا کہ۔

ہمیرے دل مین (ایمان ابو طالب کے متعلق) وہ تحریر کھٹکتی ہے، جو نفس زکیہ (محمد بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسین السبط علیہ السلام) نے منصور کو بھیجی تھی اور ہمین یہ تحریر کیا تھا کہ انا ابن خیر الاخیار وانا ابن شر الاشرار وانا ابن سید اہل الجنۃ وانا ابن سید اہل النار۔ مین خیر اخیار کا بیٹا اور شر اشرار کا بیٹا ہون، مین سردار اہل جنت اور سردار اہل نار کا بیٹا ہون" تو گویا اسمین اس امر کی گواہی دیگئی کہ جناب ابو طالبؑ (معاذ اللہ) کافر تھے، اور چونکہ گواہی بیٹے کی ہے لہذا اس قابل کہ تسلیم کر لیجائے" اور چونکہ نفس زکیہ کا عہد عہد نبی سے قریب تھا اور مدت نہ گزری تھی لہذا اسبات کا شک بھی نہین ہو سکتا کہ یہ روایت جعلی یا موضوع ہوگی (کیونکہ حدیثون کی وضع تو عہد معاویہ مین ہوئی ہے) بہر حال ابو طالب کے اسلام اور کفر دونون کے متعلق روایات واخبار ہین اور کثرت کے ساتھ اور ان کا تعارض ویسے ہی ہے جیسے گواہون اور شاہدون کا تعارض حاکم کے سامنے، لہذا ہم اپنے کو گروہ متوقفین مین شمار کرتے ہین اور ایمان ابو طالب مین توقف ہی ہمارا مذہب ہے" (شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۳۱۰)

ناظرین کو یہ امر معلوم ہوگیا ہوگا کہ ابن ابی الحدید کا توقف ایمان ابو طالب کے بارے مین صرف اسلئے ہی کہ ان کے دل مین نفس زکیہ کی وہ تحریر رہ رہ کر کھٹکتی ہے بلکہ وہ تحریر دلنشین ہوگئی ہے جیسا کہ انکے اطناب تحریر اور طرز کلام سے معلوم ہوا کہ انھون نے استدلالاً یہ لکھا کہ "بیٹے کی گواہی باپ کیلئے ہے اور وہ بیٹا جو غیر متہم ہے" وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اگر فاضل معتزلی نے کسی خاص وجہ سے تعارض اخبار کو " توقف " کیلئے سپر بنایا اور یہ کہتے ہوئے ۔ صاف نکلگئے کہ " المختصر آپکے اسلام کے متعلق بھی بہت روایات ہیں، اور اس مطلب پر بھی بہت سے روایات ہیں کہ ابوطالب اپنے قوم کے دین و مذہب پر مرے ـــ یہانتک کہ انھون نے یہ کہا کہ ہم اسبارے مین توقف کرتے ہین "

اب ہم سے سنئے ! ابن ابی الحدید کا تعارض اخبار کا ذکر کرنا اور توقف کے لئے راستہ نکالنا، ایک حدتک غلط ہے کیونکہ یہان تعارض کا وجود نہین اسلئے کہ تعارض فرع ہے تکافو[ع۵] کی اور اسباب مین جو خبار مین ان مین تکافو نہین اور جب تکافو نہین تو تعارض بھی نہین، کیونکہ جو کچھ ہمارے مقابل و حریف نے روایت کی ہین وہ باوجود وہن و سخافت و رکاکت و ضعف (جیسا کہ ہم ثابت کرآئے نقد رجال وغیرہ سے) متفرد ہے ۔ اور ایسے اخبار ہرگز اس قابل نہین کہ وہ ان اخبار سے معارض ہون جنکو فریقین ایمان ابوطالبؑ مین لکھتے ہین اور اسکے علاوہ وہ اخبار اجماع اہل بیت علیہم السلام سے بھی موید و مضبوط ہین " لہذا تعارض تو غائب ہوگیا ۔

رہ گئی نغض کعبہ کی تحریر، تو کاش ابن ابی الحدید سا فاضل اسکے راوی پر نگاہ کرتا اور دیکھتا کہ اس کا راوی نہین ہے مگر " عثمان بن سعید بن سعد مدنی " اور یہ سعید وہ ہین جنکا شمار مجاہیل رواۃ مین ہے ۔

فاضل معتزلی ایسے علامہ سے بہت بعید و مستبعد تھا کہ وہ اس تحریر کو اور اس اسطورہ کو مقام استدلال مین پیش کرتا ، وہ ہون یا کوئی اور انھین تو یہی زیبا ہے کہ ان باتون کو قصہ پارینہ سمجھین اور اساطیر اولین سے زیادہ وقعت نہ دین

ع۵ تکافو ۔ کے معنی تلازم، وجود خارجی مین ہونا یعنی اسطرح کہ ان دونون چیزون کے درمیان ایک ایسا رابطہ ہو کہ اسکی وجہ سے وہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہ ہوسکین اور ان مین کی ہر ایک شے دوسرے کے اعتبار سے واجب التحقیق ہوجائے، اگر یہی تلازم وجود ذہنی مین ہو تو اس کا نام تضایف ہوتا ہے جیسے " ابوت " اور بنوت ، یا ابویت ، اور ابنیت وغیرہ وغیرہ ۱۲

فاضل معترض سے تحلیلی بحث

ہر صاحب وجدان کی یہی نظر میں اس رسالہ نفس زکیہ کو موضوع سمجھے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا وہ کل رسالہ کو موضوع سمجھے یا جزو رسالہ کو اسلئے کہ یہ فقرہ "انا ابن شر الاشرار" محمد صاحب نفس زکیہ کے قلم سے حضرت ابوطالب کیلئے نکل ہی نہیں سکتا ـــــ اور اگر آپ سبب پوچھیں کہ کیوں؟ تو ہم کہیں گے، "اسلئے کہ یہی محمد صاحب نفس زکیہ ادعائے خلافت کر رہے تھے اور دوسروں سے معاملہ خلافت میں نزاع کر رہے تھے اور اہل زمانہ اس عصر میں انکے "مہدی موعود" ہونے کا یقین کر رہے تھے ـــــ تو جسکی ایسی شخصیت ایسا وقار، اور ایسی عزت ہو اور جس پر عامہ ناس کا اتنا وثوق ہو، اس سے یہ بات کہیں مستبعد ہے کہ وہ اپنے لئے اپنے قلم سے اپنے قومی دشمن کے سامنے ایسا کذب صریح لکھے۔ کہ "انا ابن شر الاشرار" اسلئے کہ اسکے معنی یہ ہوے کہ ابوطالب اپنے عصر یا اپنی قوم میں (معاذ اللہ) "اشر الناس" تھے۔ اور یہ وہ بات ہے جو حقیقت و واقعہ کے خلاف ہے۔ یہانتک کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابوطالب نے اپنی قوم کے دین و مذہب پر وفات پائی، تب بھی کسی ملت کا آدمی یہ کہتا ہوا نہیں مل سکتا کہ ابوطالب کا شر ابولہب اور ابوجہل کے شر سے زیادہ تھا ـــــ نہ کہ اسوقت جبکہ شر ابوجہل طول و عرض عالم کو ڈھانکے ہوے تھا، اور خیر و نکوئی ابوطالبؑ نشر جمیل، مدد رسول، اور رعایت و حفظ اسلام کی شکل میں ظاہر و آشکار تھی اور جس کو ہر ہر فرد جانتا تھا۔

یہ وہ حقائق ہیں جنکا انکار کوئی متنفس نہیں کر سکتا ـــــ اور بھلا کوئی عاقل کیونکر اس فقرہ کو نفس زکیہ کی طرف منسوب کر سکتا ہے درانحالیکہ وہ معاملہ خلافت میں نزاع کر رہے تھے، مہدی وقت سمجھے جاتے تھے، اور مقام فخر و مباہات و شجاعت میں تھے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ انا ابن شر الاشرار کہنے کے بعد کسی کے لئے کوئی مقام فخر و افتخار باقی رہ جاتا ہے چہ جائیکہ صاحب نفس کے لئے۔ اور کیا مقامات فخر میں ایسی باتوں کو کوئی کہہ سکتا ہے مگر وہی جو بے حد احمق ہو۔

فاضل معتزلی سے ایک اور خطاب

اچھا ہم مانے لیتے ہیں کہ یہ فقرہ انا ابن شر الاشرار نفس زکیہ ہی کے قلم سے نکلا ہے اور انھیں کا ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے کس دلیل سے یہ کہا اور کیونکر یہ سمجھا کہ صاحب نفس نے اس سے حضرت ابو طالب ہی کو مراد لیا ہے۔ کیا اس فقرہ میں کوئی تصریح ہے، کیا کوئی ظہور ہے اور کیا کوئی دلالت ہے؟ ــــ ایسا تو ہرگز نہیں بجز اسکے کہ تم نے ظن و تخمین سے کام لیا۔ اور جب ظن و تخمین ہی سے کام لیا جاتا ہے تو "شر اشرار" سے ہم "طلحہ بن عبید اللہ" کو کیوں نہ مراد لیں کیونکہ یہی طلحہ "ام اسحاق" کے باپ تھے اور ام اسحاق صاحب نفس کی دادی تھیں ـــــ اور ہم کیوں نہ اس فقرہ سے "عبد العزی" کو مراد لیں جو ماں کی طرف نفس زکیہ کے نانا تھے۔ کیونکہ صاحب نفس کی والدہ کا شجرہ نسب یوں تھا۔

"ہند بنت ابی عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعہ ابن الاسود بن عبد المطلب بن اسد بن عبد العزی"۔

اور یہ عبد العزی اپنے زمانہ میں کفار قریش کے سردار تھے ـــــ درحقیقت وجدان یہ بتاتا ہے کہ دادا اور نانا کی طرف انتساب مقام افتخار میں بلیغ تر ہے۔ اسکے کہ صرف طرف واحد پر افتخار کیا جائے۔

اب کیا ابو طالب کے مراد لینے میں اسی ظن و تخمین سے کام نہیں لیا گیا جیسے عبد العزی اور طلحہ بن عبید اللہ کے مراد لینے میں۔ پھر ترجیح کی وجہ بتاؤ اور خصوصیات دلالت کو ابو طالب کیلئے واضح کرو اور اے انصاف کرنے والو ہمیں جواب دو۔

فاضل معتزلی سے ایک اور معارضہ

کیوں حضرت نفس زکیہ کی شہادت وہ بھی اس موہوم المراد فقرہ سے "انا ابن شر الاشرار" آپ کے دل میں کھٹک ہی ہے جس سے آپ یہاں ابو طالب کے متعلق توقف فرما رہے ہیں یہ کہکے کہ یہ گواہی ابو طالب

کے لئے "بیٹے کی گواہی باپ کے لیے ہے"

یہ وہی شہادت نفس زکیہ کی تو آپکے دل مین جاگزین ہوگئی، اور ابو طالب کی صلبی فرزند یعنی امیر المومنین جو صاحب نفس سے کہین افضل واجل واعلیٰ ہین وہ آپکے دل مین نہین سماتی اور نہ اسکو آپ مقام استشہاد واستدلال مین پیش فرماتے ہین۔ سنئے تو علی بن ابیطالب کیا فرماتے ہین۔ فرماتے ہین

"ابوطالب نہین مرے مگر اس حالت مین کہ رسول انسے خوشنود تھا اور راضی تھا (پھر فرماتے ہین) اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو مبعوث برسالت کیا اگر میرا باپ ہر گنہگار کے مغفرت کی سفارش خدا سے کرے تو خدا سب کو بخشدیگا۔"

اور یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ امیر المومنین اپنے والد ماجد کی ذات وصفات سے زیادہ عارف تھے کیونکہ آپنے انھین دیکھا بھی تھا، انسے آپ کی معاشرت بھی رہی اور پھر ایک مدت طویل تک لہذا جتنا وہ سمجھ سکتے تھے کوئی دوسرا نہین جان سکتا تھا۔ رہ گئے محمد صاحب نفس انھون نے ابو طالب کو دیکھا نہ انکے باپنے نہ انکے دادا نے اور نہ انکے پردادا نے۔

کیون فاضل معتزلی! تمھارے دل مین اسطورہ صاحب نفس رہ گیا اور شہادت امام زین العابدین شہادت امام محمد باقر، اور شہادت امام جعفر صادق (جو ہم حدیث ضحضاح کے ذیل مین بیان کر چکے ہین) کسی طرح قابل قبول نہین ٹھرتی۔

ایک اور بات جو فاضل معتزلی نے تقریب صحت رسالہ مین فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ "محمد صاحب نفس کا عہد عہد نبی سے قریب تھا اور زیادہ مدت نہین گذری تھی تاکہ یہ اندیشہ ہو کہ خبر گڑھ لی گئی۔"

تعجب بالائے تعجب فاضل معتزلی سے ہے، کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اگر وضع حدیث کا دار ومدار طول مدت اور طول عہد ہی پر ہوتا تو معاویہ کے زمانہ مین احادیث کی وضع نہوتی، حالانکہ اس وضع احادیث کا اعتراف خود فاضل معتزلی کو ہے، جیسا ہم پہلے لکھ آئے ہین، بلکہ عباسیون کے عہد مین زیادہ تر وضع احادیث کا کام ہوتا کیونکہ معتزلی کا کلیہ اسی امر کا متقاضی ہے اسلئے کہ عہد عباسیین عہد نبی سے بہت دور تھا اور عہد معاویہ بہ نسبت عہد عباسیین، زمانہ نبی سے قریب تھا۔

بعض لوگ اس زمانہ میں فاضل معتزلی کو گروہ امامیہ میں شمار کرتے ہیں حالانکہ ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ فاضل معتزلی نے کیونکر ائمہ شیعہ کے ان احادیث صحیحہ سے جو ایمان ابوطالب پر دلیل واضح تھیں اعراض کیا، اور اپنے کو متوقفین کے زمرہ میں رکھا، حالانکہ گروہ امامیہ کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں صرف یہی ایک بات مذہب معتزلی پر بھی روشنی ڈالتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کے فساد رائے پر بھی جو اسکے قائل ہیں کہ ابن ابی الحدید شیعہ تھا۔

اگر ہم تعارض خیال کرتے ہوئے ایسے مقامات پر توقف کرنا چاہیں جیسا کہ فاضل معتزلی نے کیا، تو نہیں کرسکتے اسلئے کہ انکشاف حقیقت اور معرفت واقع سنت میں غیر منحصر ہے، ورنہ تعارض کے مواقع پر بہت سے احکام شرعیہ میں ہمارا توقف جاری رہیگا جو ناجائز ہے۔

وہ کتاب احد جو ہر مسلمان کیلئے وقت خصومت وجدل ایک حجت قاطعہ ہے، اسکی آواز ہے۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا۔ ایمان والو جو تمھاری طرف القاء سلام کرے اسکو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں) اور یہ معلوم ہے کہ یہاں "سلم" کے معنی "سلام" ہیں اور یہ دونوں "استسلام" کے معنوں میں آئے ہیں جیسا کہ زمخشری نے "کشاف" میں اس مطلب پر نص کی ہے۔ اور اسی کی نظیر یہ آیت ہے والقوا الی اللہ یومئذ السلم یعنی وہ لوگ آج مطیع و منقاد ہو گئے اور امر خدا کے آگے گردن جھکا دی۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب اگر اشعار حضرت ابوطالب پر نظر کرو اور نفسیت اشعار کی تحلیل کرو تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ حضرت ابوطالب کا جذبہ دل کیا تھا اور وہ دین اسلام کے کتنے مطیع و منقاد تھے، اور یہ ایک شاہد ہیں اسلام ابوطالب پر ہوگا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ اگر تم انکے اشعار کو دیکھو گے تو سچے ایمان کی روح اشعار میں جھلکتی ہوئی نظر آئیگی —— یہ حضرت ابوطالب ہی ہیں جو پکار پکار کے یوں فرما رہے ہیں۔

---

۵ یہ تو علی سبیل التنزل مولف نے فرمایا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ان اخبار میں تعارض کا وجود ہی نہیں جیسا کہ خود مولف نے اس سے پہلے اس مطلب کو ثابت کیا ہے۔ مترجم۔

یا شاهد الله علی فاشهد انی علی دین النبی احمد

گواہی دینے والا گواہ رہے کہ مین دین نبی احمد پر ہون

من ضل فی الدین فانی مهتدی

اگر کوئی گمراہ دین ہو تو مین ہدایت یافتہ دین ہون

درحقیقت اگر یہ بات (بفرض محال) ایمان ابوطالب پر صریحاً گواہی نہین دیتی تو کم از کم "القاء سلم" پر تو صریح ہے (اور آیت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ جو اظہار "سلم" کرے وہ مومن ہے)

ورنہ خیال تو کرو کہ ایک مقتدر اور توانا ہستی جو سردار عرب تھی اور سب سے زیادہ معزز تھی، وہ ایسے اشعار کیون کہتی جنکا مفہوم یہ ہوتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ سوا انقیاد و اطاعت رسول کے ابوطالب کی کوئی اور غرض وغایت نہ تھی۔

اس قسم کی مثالون سے آیت قرآنی تمھین اسبات پر مجبور کرتی ہے کہ ایمان ابوطالب کا اعتراف کرو، اور مجال توقف نہین چھوڑتی،

ہماری یہ باتین ابن ابی الحدید کے سامنے علی سبیل التنزل ہین، ورنہ اشعار ذیل کو دیکھو تو معلوم ہوجائے گا کہ حضرت ابوطالب توحید خالق، ایمان بالمبدء والمعاد، اور عبودیت کے کسقدر مقر تھے اور کتنا مضبوط انکا ہر ہر عقیدہ تھا۔ چنانچہ فرماتے ہین

ملیك الناس لیس له شریك هو الوهاب والمبدی المعید.

وہ انسانون کا مالک ہے، اسکا کوئی شریک نہین وہ وہاب ہے اور وہی پیدا کرنیوالا اور پلٹانیوالا ہے

ومن تحت السماء له بحق ومن فوق السماء له عبید

آسمان کے نیچے اور آسمان کے اوپر سب اسکے بندے ہین

اور ملاحظہ کیجئے ان دونون شعرون مین اقرار رسالت کیونکر فرمایا ہے۔

نصرت الرسول رسول الملیك ببیض تلالا کلمع البروق

مین نے رسول اللہ کی مدد کی ایسی تلوارون سے جو برق کی طرح چمکتی تھین

اذب واحمی رسول الالٰہ ❀ حمایۃ حام علیہ شفیق

مین دشمنون کو اس رسول سے دفع کرتا ہون جو خدا کا رسول ہے اور اسکی حمایت کرتا ہون جیسے کوئی شفیق مدد کرتا ہے

ان چارون شعرون کو اگر دیکھو اور انکی تحلیل نفسی کرو تو اقرار ابو طالب بالتوحید، بالرسالۃ، بالمعاد صاف صاف نظر آجاتا ہے، اور انکا ایمانِ مضبوط سامنے آجاتا ہے۔

اور بھی شعر ذیل سے ایمان صریح ابو طالب اس بات پر ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید خدا کی طرف سے اسکے رسول پر نازل ہوا۔ چنانچہ فرماتے ہین۔

انت الرسول رسول اللہ نعلمہ ❀ علیک نزل من ذی العزۃ الکتب

تم رسول ہو رسول خدا اسکو ہم جانتے ہین ❀ تم پر خدا کی طرف سے کتاب نازل ہوئی

ان اشعار مین دلیل واضح اور برہان روشن ایمان ابو طالب کی موجود ہے اور حجت خصم کے مفلوج کردینے کے لئے یہی اشعار کافی ووافی ہین، اور اسطرح کہ کوئی محل شک وریب باقی ہی نہین رہجاتا خصوصاً اسوقت جب ہمارے عنبر کے نزدیک ایمان کسی لفظ خاص پر موقوف ومنحصر نہین مثلاً یہ کہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہی کہا جائے جبھی ایمان آسکتا ہے۔

بلکہ یہ بات معروف ومشہور ہے کہ اثبات ایمان ہر اس لفظ سے ہوسکتا ہے جو اقرار توحید وشہادت رسالت کرے، چاہے وہ کلمہ مشہورہ نہو بلکہ چاہے وہ عربی الفاظ بھی نہو۔ جیساکہ علامہ دحلانی اپنی کتاب اسنی المطالب کے صفحہ ۵ پر سید محمد برزنجی سے نقل کرتے ہوے لکھتے ہین جسکا مطلب یہ ہے:—

یہ معلوم ہوجانا چاہیے کہ مراد نطق بالشہادتین سے یہی نہین کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی زبان پر جاری کیا جائے جبھی ایمان آسکتا ہے، جیساکہ نووی نے روضہ مین ذکر کیا ہے اور اسکی نسبت جمیع علما کی طرف دی ہے اور بعض حلیمی سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی کتاب منہاج مین کہتے ہین کہ اسبات مین کوئی اختلاف نہین کہ ایمان بغیر کلمہ معروف کے بھی منعقد ہوجاتا ہے مثلاً اگر کوئی یہ کہے لا الٰہ الا الرحمن یا الا الرحیم یا ما من الٰہ الا اللہ۔ یا یون کہے محمد نبی اللہ یا مبعوث اللہ ۔۔۔۔ یا یون کہے احمد مبعوث اللہ یا نبی اللہ وغیرہ وغیرہ

یا زبان فارسی مین ان مطالب کو ادا کرے تو اسکا اسلام صحیح ہو گا اور وہ مسلم کہلانے کا مستحق ہو گا "

یہین سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اقرار بالشہادتین نظم مین ہو یا نثر مین اس مین کوئی فرق نہین کیا جاتا جب ایسا ہے تو اشعار ابوطالب اس باب مین بکثرت ہین۔ ملاحظہ ہو۔

لقد علموا ان ابننا لا مکذب — لدینا ولا نعبا بقول الاباطل

قریش جانتے ہین کہ ہمارا بیٹا (محمد) ہمارے نزدیک جھوٹا نہین اور ہم قول باطل کی پروا نہین کرتے

الم تعلموا انا وجدنا محمدا — نبیا کموسیٰ خط فی الکتب

کیا قریش نے یہ نہین جانا کہ ہم نے محمد کو موسیٰ کی طرح سے نبی پایا جیسا کہ کتب سماوی سے ثابت ہے

انت ابن آمنۃ النبی محمد — عندی مثل منازل الاولاد

(اے رسول) تم آمنہ کے بیٹے نبی محمد میرے نزدیک میری اولاد کی طرح ہو

واللہ لا اخذل النبی ولا — یخذلہ من بنی ذو حسب

خدا کی قسم نہ مین نبی کو بے نصرت چھوڑون گا اور نہ میری اولاد جو صاحب حسب ہین۔

نبی اتاہ الوحی من عند ربہ — ومن قال لا یقرع بہا سن نادم

محمد وہ نبی ہین جن کے اوپر خدا کی جانب سے وحی نازل ہوئی اور جو اسکا قائل ہے وہ نادم نہین

الا ان احمد قد جاءہم — بحق ولم یاتہم بالکذب

آگاہ ہو کہ رسول عربی حق لیکے آیا نہ باطل اور جھوٹ

یوہین جب آپنے نجاشی بادشاہ حبش سے مخاطبہ کیا ہے تو فرمایا ہے۔

اتعلم ملک الحبش ان محمدا — نبی کموسیٰ والمسیح ابن مریم

کیا تو اے بادشاہ حبش اس بات کو جانتا ہے کہ محمد ویسے ہی نبی ہین جیسے موسیٰ اور مسیح بن مریم تھے

اتی بہدی مثل الذی اتیا بہ — وکل بامر اللہ یہدی ویعصم

رسول اسیطرح ہدایت لیکے آیا جیسے مسیح و موسیٰ اور ہر ایک انمین سے بامر خدا ہدایت کرتا ہے

وانکم تتلونہ فی کتابکم بصدق حدیث لاحدیث التزحم

اور تم تو رسول کا تذکرہ اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو صداقت حدیث کے ساتھ

فلا تجعلوا للہ نداً اذا اسلموا وان طریق الحق لیس بمظلم

لہذا خدا کا شریک نہ قرار دو اسلام لے آؤ اور راہ حق تو تاریک نہیں روشن ہے۔

ان اشعار کو دیکھنے کے بعد صاف واضح ہے کہ جناب ابو طالب دین حق پر تھے اور اُن کو اعتراف تھا کہ محمد مصطفےٰ مثل موسیٰ و مسیح بن مریم علیہما السلام نبی تھے جو بہ امر خدا ہدایت کیلئے آئے تھے اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اور یہ سب کچھ اجتہاد و معرفت ابو طالب کا نتیجہ تھا اسی لئے آپ نے اپنے کو ایک مبشر دینی کی حیثیت سے پیش کیا، جو سبیل خدا کی طرف حکمت و موعظت کے ساتھ دعوت دے رہے ہو، اور اپنے دعوے کو حجت و برہان سے قوی کر رہا ہو۔ دیکھو نا! کہ پہلے آپ نے اپنے کلام میں اثبات کا اظہار کیا۔ "کیا تو اے بادشاہ حبش اسبات کو جانتا ہے کہ موسیٰ و مسیح کی طرح محمد بھی خدا کے رسول ہیں"۔ چونکہ یہ قول محض دعویٰ تھا اور دعویٰ بغیر دلیل قابل قبول نہیں، خصوصاً اس قسم کا دعویٰ، لہذا آپ نے تیسرے شعر میں اپنے دعوے کی دلیل پیش کی اور فرمایا۔ کہ اے بادشاہ تم لوگ تو اہل دین ہو اور صاحبان کتاب سماوی ہو اور تمہاری کتاب ہی یہ سب سے بڑی شاہد اس مطلب پر ہے جو ہم محمدؐ کی شان میں کہتے ہیں۔ اور تم تو اسے اپنی کتاب میں صبح و شام پڑھا کرتے ہو، اور یہ وہ کتاب ہے جسمیں تمہارے نزدیک کسی قسم کا شک و ریب نہیں اور وہ سچی ہے۔"

جب اپنے دعوے پر حجت بھی قائم کر دی تو صراط مستقیم اور راہ محبوب و مطلوب کی طرف اب دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ "فلا تجعلوا للہ نداً" اب خدا کا شریک نہ قرار دو اور دین حق پر آجاؤ"

یوہیں آپ رسول سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔۔۔ ان اشعار کا ترجمہ اوپر گذر چکا۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم حتیٰ اوسد فی التراب دفینا

فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ وابشر بذاک وقر منک عیونا

ودعوتنی وعلمت انک صادق   ولقد صدقت وکنت ثم امینا

ولقد علمت بان دین محمد   من خیر ادیان البریۃ دینا

حضرت ابوطالب اپنے کلام مبارک کو قسم اخلاص کے ساتھ اور شجاعت شدید کے ساتھ حوش بنوت کیلئے شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔ واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم "خدا کی قسم کفار قریش اپنی جماعت کے ساتھ بھی تم تک کبھی نہیں پہونچ سکتے" ۔ پھر آپ رسول سے نشر لولے بنوت کی خواہش ارض حجاز پر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔ فاصدع بامرک "جو کچھ تمھیں حکم خدا ملا ہے اسکی تعمیل کرو"۔ اس امر میں تشجیع رسالت کرتے ہیں اور ہمت دلاتے ہیں کبھی نفی خوف کرکے اور کبھی بشارت دیکے ۔ وابشر بذاک وقر منک عیونا ۔ پھر ندائے رسول مبعوث بحق پر لبیک کہتے ہیں، وہ رسول جو تمام عالم کی طرف بھیجا گیا، اور علم جازم و یقین صادق و ثابت کے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ دین محمد بہترین ادیان ہے ۔ ودعوتنی وعلمت انک صادق ۔ "اے رسول آپنے دعوت اسلام دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ اس امر میں صادق ہیں"۔

جو کچھ ہم نے حصہ نظم استدلالاً اس باب میں لکھا وہ اس پردہ ظلمت کے چاک کردینے کے لئے کافی ہے جو چہرہ حق پر پڑا ہوا ہے یا ڈالا گیا ہے ۔ اور اگر بعض منقولات منظوم میں کسی کو شک ہی تو اسکے لئے وہ منظومات کافی ہیں جو فریقین کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ ہیں، اور جسکا اظہار بھی ہم نے کردیا ہے۔

کلمۃ الختام

جسمیں ان حملوں کی جو حضرت ابوطالبؑ پر کئے گئے توضیح ہے

یہ عجب بات ہے کہ ہمارا مخالف ہستمسکات میں ان چیزوں سے اور ان روایات سے تمسک کرتا ہے جو تار عنکبوت سے زیادہ سست اور کمزور ہیں اور ان اخبار کو سیر استدلال بناتا ہے جو خیالی خوابی اور وہمی ہیں اور ان سے کبھی وہ نجات ثابت کرتا ہے اور کبھی ایمان ۔ کن لوگوں کا ؟ ۔ انکا، جو فاسق ہیں، جو فاجر ہیں جنکا شمار قاسطین، مارقین اور ماکرین میں ہے ۔ مگر جب ابوطالب علیہ السلام کا

تذکرہ ہوتا ہے تو ان لوگوں کا رستہ ہی بدلجاتا ہے، قضیہ منعکس ہو جاتا ہے، اور امر منقلب اور ہمیشہ یہ لوگ ضعیف روایات و اخبار سے تمسک کر کے معاذ اللہ کفر جناب ابوطالبؑ کے اثبات میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

اس مطلب کی توضیح "ضیاء العالمین" کی وہ عبارت کرے گی جسکا ترجمہ ہم یہاں کر رہے ہیں۔

اور وہ یہ ہے ——:

محقق فتونی صاحب ضیاء العالمین کہتے ہیں۔ کہ ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قاتل جناب عمار یاسر جنت میں ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ایک شخص نے قاتل و مقتول دونوں کو عالم خواب میں جنت میں دیکھا۔ یہ اسوقت جبکہ نص صریح رسالت مآب موجود ہے اور فریقین کا اسپر اتفاق ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ان قاتل عمار فی النار، عمار کا قاتل جہنم میں ہے —— اور یہی راگ گاتا ہوا ایک اور گروہ ان میں کا مجھ تک آیا کہ جو کہہ رہا تھا کہ مقتولین نہروان جو مارقین ہیں اور مقتولین صفین جو قاسطین ہیں، وہ بھی جنت میں ہیں۔ یہ کیوں؟ اسلئے کہ شرجیل بن سمط عامل معاویہ نے جو مقام حمص کا عامل تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ یہ لوگ جنت میں ہیں۔ یہ شرجیل بسر بن ارطاۃ[عـ۵] اور ابی الاعور سلمی کا افعال و اعمال میں شریک تھا، اور معاویہ کے ملک کے مضبوط کرنے کیلئے جو مناکیر ان لوگوں نے کیئے تھے اسی میں یہ دست راست تھا تفصیلاً ان تمام واقعات کو صاحب استیعاب نے لکھا ہے۔ اور اسقدر تعریف شرجیل میں کافی ہے۔

چنانچہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ شرجیل نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں عمار یاسر رحمہ اللہ اور ذوالکلاع[عـ۵] حمیری (جسکو اصحاب علی ابن ابیطالب علیہما السلام نے قتل کیا تھا) کو دیکھا کہ وہ دونوں سفید کپڑوں میں

عـ۵ بسر بن ارطاۃ شقی ترین مردم معاویہ پرست تھا اسکو امیر المومنین اور انکے شیعوں سے بیحد بغض تھا اسی نے جناب ابن عباس کے دونوں لڑکوں کو بستر پر ذبح کر دیا جو بیحد کمسن تھے۔ اس غم میں انکی ماں دیوانی ہو گئیں۔ (دیکھو صاحب استیعاب و کتب تاریخ)

عـ۵ یہ بھی معاویہ کا دوست اور علیؑ کا یکا دشمن تھا اس پر امیر المومنین نے لعنت کی ہے۔

ین صحن جنت مین ہین تو مین نے پوچھا کہ کیا تم لوگون نے آپس مین ایک دوسرے کو قتل نہین کیا؟ تو دونون نے جواب دیا کہ ہان ہوا تو ایسا ہی جیسے تم کہتے ہو مگر ہمارا خدا بڑا وسیع المغفرہ ہے۔ پھر مین نے (شرجبیل) پوچھا کہ اور اہل نہروان سے کیا سلوک ہوا؟ کہا وہ بھی بخشدیے گئے"

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز عقیدہ سنئے کہ ایک گروہ ان مین ایمان فرعون کا قائل ہے چونکہ اُس نے غرق ہونے وقت کہا تھا کہ 'امنت ان لا الہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل' مین اس خدا پر ایمان لایا جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ـــ حالانکہ قرآن مین اسکے خلاف صریحی نص موجود ہے اور اسکا ایمان غیر مقبول ہے یعنی الآن[ع۵] وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین "اب، در انحالیکہ اس سے قبل تو نے عصیان کیا اور مفسدین مین سے تھا"

یوہین یہ لوگ اس امر کے قائل ہین کہ حاتم طائی اپنے کفر کی وجہ سے داخل جہنم تو ہوگا لیکن اسپر قطعی عذاب نہ کیا جائے گا چونکہ جواد تھا، یوہین کسریٰ نوشیروان جہنم مین جائے گا مگر عدل و انصاف کی وجہ سے اسپر بھی عذاب نہ کیا جائے گا۔

نوشیروان و حاتم کے لئے تو یہ کچھ ہے کہ وہ عذاب سے محفوظ رہین گے مگر جب ابو طالبؑ حامی اسلام عم رسول کا سوال در پیش ہوتا ہے تو "حدیث ضحضاح" پیش کر دیجاتی ہے۔

اے سبحان اللہ! نوشیروان کو عدل بچائے، حاتم کے جود کام آئے اور ابو طالبؑ کو نہ قرابت قریبہ شفیع المذنبین بچا سکے اور نہ، ان کا جہاد راہ خدا مین، نہ انکا دفع اعدا بانی اسلام سے، نہ انکی تحریض قتال اپنے اولاد کو اور نہ ان کے مدائح اور نعمات رسول کیلئے، افسوس ان مین سے نہ ایک کام آئے اور نہ سب مل کے۔ اور حاتم و کسریٰ کے یہان صرف ایک ایک صفت بیڑا پار کردے اور نجات دلادے۔

ع۵ جب فرعون نے دیکھا کہ اب غرق ہو جاؤن گا تو صدق دل سے نہین بلکہ بچنے کیلئے اور گویا خدا کو دھوکا دینے کے لئے کہا کہ مین ایمان لایا، جناب روح الامین نے مٹی اسکے منہ پر ماری اور کہا اب! در انحالیکہ تو پہلے مفسد و عاصی تھا۔

کاش یہ بات میری سمجھ مین آجائے کہ کسریٰ اور حاتم کو تو ایک ایک صفت کافی ہوجائے اور ابو طالبؑ جو مجمع الخصائل، معدن الصفات اور ایسے صفات جنکا احصا ناممکن ہے انکے لئے کوئی صفت کام نہ آئے۔ کیا عقل اسے قبول کرتی ہے۔ ؟ کیا قاعدہ منطق پر یہ امر منطبق ہوتا ہے کہ ابو طالبؑ مدۃ العمر اس حالت مین رہین جسکو اوپر ذکر کیا گیا یعنی رسول کیلئے ہاتھون سے جہاد کرین قلب سے جہاد کرین زبان سے جہاد کرین مال سے جہاد کرین، اپنا تمام مال رسول و اسلام کے لئے صرف کردین اور پھر اس خدمت کا نتیجہ یہ ہو کہ رسول سا کریم النفس ممنون احسان ہونے کے بعد اسکا اجر ابو طالب کو یہ دے کہ چند جملے سنت و حدیث کے طریقہ پر ابو طالب کی مذمت و قدح مین جاری کرجائے جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قادح فضیلت ابو طالب ہون کیا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" کا یہی مطلب تھا جو قرآن نے کہا اور رسول نے سمجھا اور سمجھایا) اور رسول کبھی یہ فرمائین کہ معاذ اللہ انہ جمرۃ من جمرات جہنم "وہ ایک چنگاری ہے جہنم کے چنگاریون مین سے" اور کبھی حدیث ضحضاح بیان کرین۔ وغیرہ وغیرہ۔

مانا کہ معاذ اللہ ابو طالب ویسے ہی تھے جیسا کہ تم خیال کرتے ہو تو آخر انکے احسانات کا بدلہ کہان گیا، کچھ احسانات تھے یا نہین ؟ حق ابو طالب کب اور کہان ادا کیا گیا ؟ اجر حفاظت کب دیا گیا ؟ اون کے مودت کا کہان ذکر ہوا ؟ کیا یہ تمام سلوک ابو طالب نے غیر محل مین کئے تھے، جن کا نتیجہ کچھ بھی نہین ہونے والا تھا اور سب بادر ہوا تھے اور کیا انکے احسانات کا بدلہ برائیون سے دیا جائے گا ؟

نہین! ہرگز نہین! اور کبھی نہین۔

کیا رسول نے یہ نہین فرمایا کہ مردون کو گالیان دیکے انکے زندون کو تکلیف نہ پہونچاؤ اور کیا ایسا نہین ہوا کہ جب ابو لہب کی لڑکی نے رسول سے آکے کہا کہ لوگ اسکو جہنمی کی لڑکی کہتے ہین تو آپ غصہ مین کھڑے ہوگئے اور آپنے فرمایا کہ یہ لوگون کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھے میرے قرابت دارون کے بارے مین ایذا پہونچاتے ہین، اور یہ فرمایا کہ جس عہ نے میرے قرابت دارون کو ایذا پہونچائی اس نے گویا

عہ طبرانی اور بیہقی نے اسکی روایت کی ہے اور مسلمات فریق مخالف سے ہے۔ دیکھو کتاب اسنی عدد ۲۳ جب کافرہ کیلئے رسول نے یہ کہا تو سگی اور اکلوتی بیٹی کے لئے کیا کہا ہوگا ؟ سمجھو۔ مترجم۔

مجھے ایذا پہونچائی اور جس نے مجھے ایذا پہونچائی اس نے خدا کو ایذا پہونچائی ـــ کیا ابوطالبؑ (معاذ اللہ) ابولہب سے بھی بدتر تھے۔ کیا یہ بات عقل قبول کر سکتی ہے کہ رسول کو صرف اسبات پر غصہ آجائے کہ ابولہب کی لڑکی جہنمی کی لڑکی کیون کہی گئی اور اسبات کو خود وہ حضرت ابوطالب کے لئے کہین، کہ وہ "جہنم کی چنگاری ہین" ـــ

کیا ابولہب کی لڑکی، علی ابن ابیطالب اور جعفر وعقیل سے زیادہ غیرت دار تھی، کہ وہ تو بگڑ جائے اور یہ باپ کے لئے حدیث ضحضاح وغیرہ سنین اور اتنا بھی اثر نہو جتنا ابولہب کی لڑکی پر ہوا اور نہ اسکی شکایت رسول سے کرین۔ کیا ابولہب کی لڑکی اولاد ابوطالب سے زیادہ محبوب اور زیادہ باعزت پیش رسول تھی ؟

دشمنان ابوطالبؑ سے ہم یہ کہتے ہین کہ ہم نے کبھی رسالتمآب کو نہ دیکھا کہ وہ بدترین قریش اور کافرین قریش کی، بعد انکے مرجانے کی مذمت وقدح کرتے یہانتک کہ ان دشمنون کے لئے بھی آپنے یہ برتاؤ جائز نہین رکھا جو آپکے خون کے پیاسے رہے اور جنھون نے آپ سے ہمیشہ جنگ کی، جب ایسا تھا تو آخر یہ قدحی روایات جو تم ابوطالبؑ ایسے شخص کیلئے رسول کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہو کہانتک صحیح ہو سکتے ہین اور یہ تمھارا ادعا کیسا ہے ؟

کاش مجھے علم ہو جاتا کہ کیونکر محامد ابوطالب کفار قریش کی رسوائیون اور برائیون سے بھی بدتر ہوگئے آخر کس طرح اور کیونکر یہ ہمارا سوال ہے اسکا جواب تو دو۔!!

سب سے زیادہ تعجب خیز دشمنون کا وہ طریقہ ہے جو انھون نے خلاف راہ حق چلکر برتا ہے اور جس پر انکا گروہ کا گروہ متفق ومصر نظر آرہا ہے، وہ یہ کہ ـــ ہم جب سے معاویہ کی گمراہی، بیدینی، اور مسلمین کی خونریزی، جو اسنے کی، اسکا ذکر کرتے ہین، اور کہتے ہین کہ اُس نے علی علیہ السلام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور وہ اس معاملہ مین ظالم تھا، اور نیز یہ کہ اسکا بیٹا یزید اسنے دین مین بدعتین کین اور ہتک حرمت دین مسلمین کے سامنے کی" تو ہمکو ان باتون کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ بھائی یہ احوال اور یہ واقعات چونکہ ہمارے عہد سے بہت پہلے ہوئے اور ہماری نگاہون سے غائب ہوئے،

انکے حقائق سے اخبار کو دوری ہے، لهذا ہمین یہ زیبا نہین کہ ہم ان دقائق امور سلطنت مین غور و خوض کرین" —— مگر اب ذرا ادھر ملاحظہ ہو، اوران تہمتون، الزامون، یا وہ گوئیون، ہذیانون، غلط گوئیون اور افتراؤن پر نظر کیجئے جو ابوطالب عم رسول کی شان مین یا پدر بزرگوار رسول جناب عبد اللہ کی شان مین یا آپ کی مادر گرامی جناب آمنہ کے لئے ذکر کیجاتی ہین اور بیان ہوتی ہین۔ کوئی تو یہ کہتا ہے کہ "یہ سب کے سب معاذ اللہ حالت کفر مین مرے" کوئی کہتا ہے کہ یہ سب (معاذ اللہ) "جہنم کی چنگاریان ہین" کوئی کہتا ہے کہ حضرت ابوطالب معاذ اللہ "کافر تھے" کوئی انکے لئے "حدیث ضحضاح" کی روایت نقل کرتا ہے کوئی "رسالہ نفس" رسالہ نفس" کی آواز بلند کئے ہوے ہے اور کہتا ہے کہ یہ تحریر اسبات پر شاہد ہے کہ حضرت ابوطالبؑ (معاذ اللہ) کافر تھے غرضکہ یہی انکے نغمے اور یہی انکے راگ ہین جو خواہشات نفسانی اور جذبات عداوت کے تارون پر دوڑا کرتے ہین اور یہ لوگ اسے الاپا کرتے ہین۔

اس جگہ وہ قاعدہ اور وہ کلیہ بالکل بھول جاتے ہین جو معاویہ اور یزید کے لئے یا دیگر اصحاب کیلئے قائم کیا گیا ہے —— "یعنی یہ کہ ہمین دقائق امور سلطانی اور انکے صاحبان قرابت کے معاملات مین غور و خوض کرنا زیبا نہین" بلکہ قبیح ہے"!

ہم یو ہین ان لوگون کے اقوال مین تناقض دیکھا کرتے ہین اور یو ہین یہ لوگ ہٹ دھرمی پر بے شرمی کے ساتھ کمر بستہ نظر آتے ہین۔

کیون! رعیت کے لئے زیبا ہے کہ وہ بنی اعمام شاہی کے معاملات مین اور ان کے بارے مین غور و خوض کرے، وہ بنی اعمام جو ہمیشہ (بادشاہ (رسول) کے ہلاکی کے آرزومند رہے اور اس کوشش مین رہے کہ بلائین نازل ہون اور شب و روز اسی فکر مین لگے رہے اور ان لوگون کے حالات مین خوض کرنا قبیح نہین جو رسول کا باپ تھا، جو رسول کی مان تھی، اور جو انکا چچا تھا جس نے حتی الوسع اور حتی المقدور کوئی دقیقہ حمایت رسول مین کبھی فروگذاشت نہ کیا، اور جتنی بھی کوششین ہو سکتی تھین وہ سب کین یہانتک کہ آفاق ارض مین رسول کا قانون پھیل گیا۔

انھیں مین وہ لوگ بھی ہین، جو اس مسئلہ (ایمان و کفر ابوطالبؑ) مین لقاعلی الجہل کو محبوب رکھتے تھے اور وہ نہین چاہتے تھے کہ انھین اسکے خلاف کا علم ہو یا وہ کوئی تحقیق کرین۔ چنانچہ مثال کے لیے یہ واقعہ قابل ذکر ہے ـــــ جو یحیی بن ہبیرہ وزیر اور ابوالفوارس کے درمیان مین پیش آیا ـــ ابوالفوارس شاعر بیان کرتے ہین کہ ایک روز مین یحیی بن ہبیرہ وزیر کے دربار مین گیا اور میرے ساتھ بڑے بڑے لوگ فضلا اور اہل علم سے تھے منجملہ انکے شیخ ابوالفرج بن الجوزی اور ابومحمد خشاب لغوی وغیرہ بھی تھے، چنانچہ دوران کلام مین اشعار ابوطالب علیہ السلام کا بھی تذکرہ آگیا ـــــ وزیر نے کہا کہ کس قدر اچھے شعر ہین اگر یہ ایمان ابوطالب کے ساتھ ہوتے" مین نے اپنے دل مین کہا کہ خدا کی قسم مین وزیر کو اسکا جواب ضرور دونگا اور اس جواب سے بارگاہ الٰہی مین تقرب حاصل کرون گا ۔ لہذا مین نے عرض کی کیون! یہ آپنے کیسے جانا کہ یہ شعر ابوطالب ایمان کی حالت مین نہین نکلا؟ وزیر نے کہا کہ اگر ایمان ہوتا تو ابوطالب اسکا اظہار بھی کرتے اور چھپاتے نہ"۔ مین نے عرض کی مگر اگر کہین وہ اظہار کر دیتے تو پھر رسول کا کوئی ناصر بھی نہ ہوتا"۔ یہ سنکر وزیر چپ ہوگیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

مگر آج سے اس نے وہ رسوم . . . . . . جو میرے لئے تھے بند کر دئے۔ مین نے بھی وہ قصائد جو اسکی مدح مین تھے پانی سے دھو ڈالے۔

اب ذرا وزیر کے علو مرتبت کو دیکھیے اور اسکی محبت لقاعلی الجہل پر نظر کیجیے کہ جواب نہ دیکا خاموش ہوگیا مگر ابوالفوارس سے جو سلوک کیا وہ کیا۔ اگر وزیر حقیقت کو دریافت کرنا چاہتا اور کنہہ کی معرفت چاہتا تو وہ حتما ابوالفوارس سے گفتگو کرتا مباحثہ کرتا مبادلہ خیالات کرتا، نقد و انتقاد کرتا یہانتک کر حقیقت پراگندہ نقاب سامنے آجاتی مگر یہ کچھ بھی نہوا بلکہ اسکو خاموشی بہتر معلوم ہوئی جاہے وہ جواب نہ دیکے انلزمکموھا و انتم لھا کارھون ـــــ

الحمد للہ کہ آج شب نوزدہم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ اس کتاب کے ترجمہ سے فراغ ہوا۔

سید ظفر مہدی الحسن اسد الیہ بن سید وارث حسین مرحوم غفر اللہ

فہرست عنوانات کتاب ابوطالبؑ

ایک مذہبی سیارہ

سہیل یمن

اگر حفاظت مذہب کوئی ضروری چیز ہے، اگر دفاع عن المذہب کوئی فریضہ ہی، شرک، وہابیت، دہریت، اور ضلالت سے بچنا مقصود ہے اگر النجم اور اُسکے امثال جو ذرات فضا پر چھائے ہوئے ہین انکا بڑھا دینا منظور ہی، اگر مقابل اسلام گروہ کے بیجا حملون کا دفاع اور اونکی سد نظر ہی، اگر تاریخی، علمی، حکمی، مضامین کا اشتیاق ہی، اگر اساس مذہب کا استحکام اور حمایت دین جزو مذہب ہے تو سہیل یمن کے خریدار بنیئے، کیونکہ یہ اپنی نوعیت مین اکیلا مجاہد، مذہب حق کی حمایت کا بیڑا اٹھا کر نکلا ہے اور متوکلاً علی اللہ ضلالت و وہابیت کی تاریک راتون مین اپنی نور بار شعاعون کی چھوٹ راہ ہدایت پر ڈال رہا ہی اور ظاہر کرتا ہی کہ غوایت کے ہاتھون کا اڑایا ہوا غبار (خاک بر سرش) کتنا ہی نور پوش کیون نہو مگر صراط مستقیم چھپا کے نہین چھپ سکتا، کیونکہ جادہ اپنے ضیا افگن ذرات سے کہکشان ہو رہا ہی سہیل یمن شیعی دنیا کے ہر گھر مین اترنا چاہتا ہی کیونکہ اسکے متبوعین کے گھر کے ذرون نے ایک فلکی مسافر کو اپنے شعاعی تجاذب سے صحن خانہ مین کھینچ لیا تھا جسکا طغرائے عروج یعنی وَالنجم اذا ھوی آجتک باب فضیلت اہلبیت پر قلم نور سے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہی، سہیل تابعین کے گھرون کو دیکھتا ہی اور چاہتا ہی کہ اسے (ستارہ سہیل) اپنے گھر تک آنے کی اجازت دیجیے تاکہ فضیلت اہلبیت کی یاد سے غافل نہ ہونے دے۔

سالانہ اعانت ا دہے ... نمونہ کا پرچہ ... ہ کے ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔ اسکے خریدار نمبر اپنی تولا کا ثبوت دیجیے۔ "مدیر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنو"

حجر دامغ المعروف بہ عمدۃ الوقائع

حضرۃ علامہ علی الاطلاق کاسر اعناق جاحدین راغم آناف اخلاف ناکثین دمار قین شمس العلماء مولنا سید سبط حسن صاحب قبلہ مدظلہ کا وہ رسالہ ہے جو مدیر النجم کے رسالہ "تفسیر آیت تبلیغ" کے جواب میں لکھا گیا ہی،

وہ ژاژ خائیاں، ناحق کوشیاں اور باطل نوازیاں جو اس رسالہ میں مدیر النجم نے کین ہیں اور وہ مسافر پرستیاں جنھیں ظاہر کرکے روح معاویہ کو تحفہ از دیاد بھیجا ہی۔ انکی ایسی تحقیقی دھجیاں اڑائی گئی ہیں کہ گریبان صبح صادق خندہ زن ہے

"حجر دامغ" میں یہ ثابت کیا گیا ہی کہ آیت تبلیغ غدیر خم ہی میں اتری مولی سے اولی بالتصرف ہی مراد ہی، ان روایات کی، دجو مدیر النجم نے پیش کین علامہ ابن حزم وغیرہ کی نا فہمی، بدلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ کتب موثقہ اہلسنت سے ثابت کی گئی ہیں خصوصًا ابن تیمیہ کی عداوت اسلام

اسمین ادبی لطائف، تاریخی نکات، فلسفی نتائج، منطقی استدلالات، نقد فن حدیث، انتقاد رجال و رواۃ، خدا کے مقابلہ میں سعی نامشکور مولوی عبدالشکور وغیرہ وغیرہ کا ذکر ہے غرضکہ اسقدر دلچسپ و مسکت خصم ہی کہ اہل بینش کی نگاہ میں اسکے مطالب سے نہیں ہٹ سکتین ؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ؛ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست ؛ قیمت ۱۲؍ حجم چھ جزو۔

سچا موتی } علامہ شامی کے بینظیر رسالہ کا ترجمہ جسمین اصول دین کچھ اس انداز سے بیان کئے گئے ہیں کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، دہریین کے اعتراضات کے جوابات، تاریخی واقعات اور بہت سے علمی نکات سوال وجواب کے انداز میں لکھے گئے ہیں، بچون کی تعلیم کے لیے اسے ضرور منگائیے۔ بترجمہ حضرت شمس العلماء مولنا سید سبط حسن صاحب قبلہ مدظلہ۔ ضخامت ۵ جز قیمت ۰۵ مع محصول

ہدم الاساس } تحقیق حدیث قرطاس از حضرت شمس العلماء مولنا سید سبط حسن صاحب قبلہ مدظلہ۔ قیمت ۰۵ مع محصول

تہنیت عید غدیر میں ایک خاص رعایت

قیمت سہیل یمن جلد اول و دوم و سوم و چہارم بجائے ۲؍ فی جلد کے ۱؍ فی جلد کردی گئی ہے، یہ رعایت صرف ایک سال کے لئے ہے، سہیل کے دینی مجاہدات دیکھیے اور اس موقع کو غنیمت سمجھیے۔

نوٹ:- سہیل جلد اول کا نمبر اول اور جلد دوم کا نمبر ۵ و ۶ و ۷ دفتر میں نہیں ہے ناظرین نوٹ کرلیں۔

الکاظم - تاریخ امام موسی کاظم علیہ السلام مصنفہ حضرت شمس العلماء مولوی سید سبط حسن صاحب قبلہ مدظلہ قیمت ۱۲؍

ایک اور رعایت

جو صاحب سہیل کیلئے ۵ خریدار فراہم کرینگے اور ان کا چندہ ۱۰؍ دفتر میں بھیجدینگے اُن کی خدمت میں سہیل ایک سال تک بلا قیمت حاضر ہوتا رہے گا۔

منیجر سہیل یمن لکھنؤ

[illegible] سید محمد تقی صاحب منیجر سرفراز قومی پریس میں شائع ہوئی۔